Rs.15/-



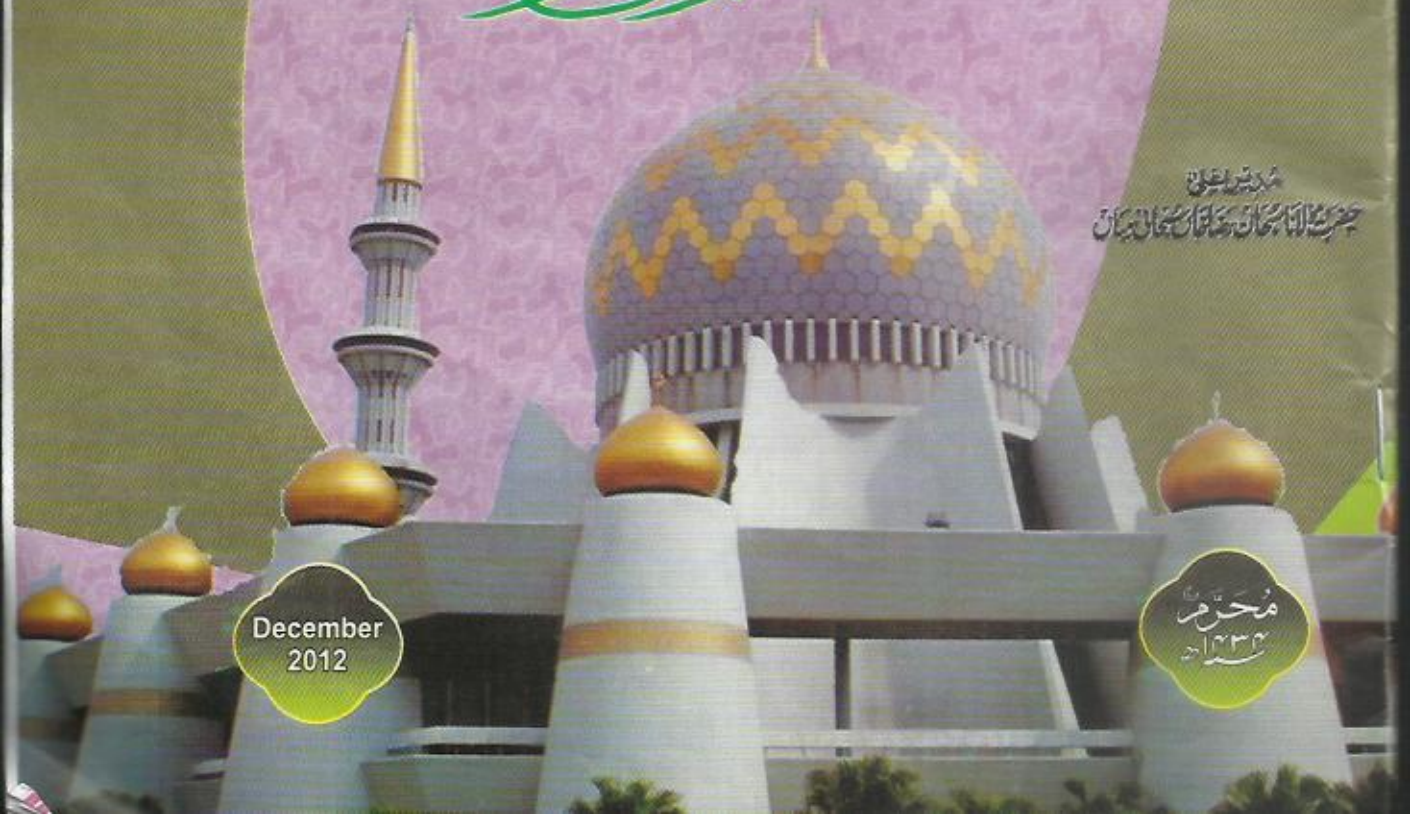
سوا سے اسلامی دنیا کو اسلامی سال اور عیسوی نئے کی مبارکباد ہو!

ماہنامہ

اعلیٰ حضرت

بریلی شریف

مدیر اعلیٰ
حضرت علامہ سبحان رضا خان سبحانی میاں



December
2012

محرم
۱۴۳۴ھ

اہل سنت کے نام حضور صاحب سجادہ کا

ایک اہم پیغام

یوں تو ہر زمانہ میں اسلامی سال کے پہلے مہینے کے پہلے عشرہ کو بہت سی خصوصیات حاصل رہی ہیں لیکن شہزادۂ بتول اور نواسۂ رسول کی شہادت کے عظیم سانحہ نے تاریخ اسلام میں ۱۰ محرم الحرام سے اہل اسلام کے جذباتی رشتہ قائم کر کے اسے خاص مقام اور خاص شہرت عطا کی۔ امت مسلمہ کے اسی جذباتی رشتہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مفسدین نے ''یوم عاشورہ'' اور ''محبت حسین'' کے نام پر ایسی ایسی بدعات خرافات ایجاد کر لیں کہ جن کی شریعت مطہرہ تو کیا کسی بھی مہذب قوم کے دستور میں کوئی جگہ نہیں۔ حالانکہ اس مبارک دن میں تو امام عالی مقام، بتولی شہزادگان اور دیگر شہیدان کربلا کے نام پر ایصال ثواب کی محفلوں کا انعقاد، قرآن خوانی کا اہتمام، غریبوں، مسکینوں کی امداد کا سامان اور رکھنے کے ذوق وشوق کا اظہار ہونا چاہئے تھا لیکن اس کے برخلاف آج بدعات وخرافات کے دلدادہ کچھ ضدی وہٹ دھرم لوگ اس مبارک دن امام حسین کے روضہ مبارکہ کا فرضی نقشہ بنا کر گلی گلی گھمانے، مقابلہ آرائی کرنے، ماتم وسینہ کوبی کرنے، ڈھول تاشے بجانے، کھانے کی چیزوں کو کر رزق کی بے حرمتی کرنے، میلے لگانے، مرد وعورت کے اختلاط کا سامان فراہم کرنے اور مصنوعی کربلائیں بنانے جیسی بدعات وخرافات کی انجام دہی میں لگے رہتے ہیں۔ یاد رکھئے! مروجہ تعزیہ داری کی نہ تو شریعت مطہرہ میں کوئی جگہ ہے اور نہ ہی یہ محبت حسین کی علامت ہے بلکہ یہ تو یزید یوں کے ظلم وستم کے واقعات کی نقالی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو ان بدعات وخرافات سے محفوظ رکھے اور ''یوم عاشورہ'' کو شرعی ضابطوں نیز محبت حسین کے جذبۂ صادقہ سے سرشار ہو کر منانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم۔

نوٹ: ۱۰ محرم الحرام کو شہیدان کربلا کی یاد میں ایصال ثواب اور ۱۴ محرم الحرام کو سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی یاد میں ''عرس نوری'' کی نوری محفلوں کا انعقاد فرمائیں۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہ

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ رضا نگر سوداگران بریلی شریف

چیک یا ڈرافٹ بنام

Mohammad Subhan Raza Khan

ICICI Bank 116 Civil lines Bareilly (U,P)

A/c.No:019201501797

Madarsa Manzar-e-Islam

(A/c.No:0043000100238962 Punjab National Bank,Bareilly)

بفیض روحانی

حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ

محمد حامد رضا خاں

صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان

سرپرست روحانی

حضرت علامہ سید

مصطفیٰ حیدر حسن میاں

صاحب قبلہ علیہ الرحمہ مارہرہ شریف

بظل روحانی

مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ

مصطفیٰ رضا خاں

صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان

جاری کردہ

مفسر اعظم حضرت علامہ شاہ

محمد ابراہیم رضا خاں

صاحب عرف جیلانی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ
اعلیٰ حضرت
بریلی شریف

زیر سایۂ کرم

ریحان ملت حضرت علامہ شاہ

محمد ریحان رضا خاں

صاحب عرف رحمانی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہ: دسمبر ۲۰۱۲ء

محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ ریحان ملت، حضرت علامہ الحاج الشاہ

محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب قبلہ

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف (یوپی)

نائب مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج

محمد احسن رضا خاں صاحب قادری

ولیعہد خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف (یوپی)

شمارہ: ۱۲

جلد: ۵۲

مدیر: حضرت علامہ قاری عبدالرحمٰن خان قادری بریلی

مدیر اعزازی: حضرت مفتی محمد سلیم بریلوی

مدیر معاون: حضرت مولانا ڈاکٹر

محمد اعجاز انجم لطیفی کٹیہاری

ترتیب

حضرت مولانا محمد انور علی رضوی

ڈیزائنر و کمپوزر: مولانا

محمد ظہور الاسلام نوری دیناجپوری

ہمارا پتہ: ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' رضا نگر 84 سوداگران بریلی شریف (یوپی)

E-mail:subhanimian@yahoo.co.in☆alahazrat786@rediffmail.com☆website:www.ala-hazrat.org

فون نمبر گھر: 2555624 دفتر: 2575683- فیکس نمبر: 2574627 کوڈ نمبر 0581

نوٹ: ادارہ کا مراسلہ نگار کی تحریر یا مضمون سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ Rs:15

فہرست مضامین

☆ کلام الامام امام الکلام	☆ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا	۳
☆ اداریہ	☆ قاری عبدالرحمٰن خان قادری بریلوی	۵
☆ باب التفسیر	☆ ابرارالحق رحمانی	۸
☆ باب الحدیث	☆ مولانا الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں	۹
☆ فتاویٰ منظر اسلام	☆ مولانا محمد احسن رضا قادری	۱۰
☆ حیات اعلیٰ حضرت	☆ مولانا محمد احسن رضا قادری	۱۲
☆ تحذیر الناس اکابر دیوبند کی نظر میں	☆ مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی	۱۵
☆ اعلیٰ حضرت بحیثیت مجدد قادریت	☆ مفتی محمد شمشاد حسین رضوی	۱۸
☆ امام عالی مقام اور سرکار غوث اعظم کا دعوتی اسلوب	☆ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل شہسرامی علیگ	۲۳
☆ حضرت شیخ احمد ملا جیون امیٹھوی	☆ محمد عالم عارفی	۲۸
☆ امام اعظم پر لگائے گئے الزامات کا تحقیقی تجزیہ	☆ مولانا محمد نورالحسن خان نعیمی	۳۱
☆ اشرفعلی تھانوی اور شاعر مشرق کا اعتراف حقیقت	☆ مولانا محمد طارق انور مصباحی	۴۲
☆ البانی کا علمی معیار	☆ ڈاکٹر امین غزنوی	۴۴
☆ مسئلہ - امت مسلمہ کے تحفظ کا	☆ عمران رضا سنبھلی	۵۳
☆ آسماں چھو رہی ہے رفعت عبدالعلیم	☆ ندیم احمد ندیم قادری	۵۵
☆ فروغ سنیت کے لئے آج جامع شرائط پیر کی ضرورت	☆ مفتی محمد سلیم بریلوی	۶۰
☆ عالمی خبریں	☆ ادارہ	۶۲
☆ مراسلات	☆ ادارہ	۶۳
☆ ہماری ڈاک	☆ ادارہ	۶۴

شعرائے عظام

☆ اشفاق تابش قادری	۴۰	☆ ڈاکٹر وصی مکرانی وجدای	۴۰
☆ مولانا محمد معین الدین خان برکاتی	۴۰	☆ مولانا محمد ظہور الاسلام نازش نوری	۴۱

اطلاع نامہ: ادارہ ہر چند اغلاط کی درستی وصحت یابی پر گہری نظر رکھتا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شرعی غلطی یا خامی رہ جائے تو ناظرین مطلع فرما کر اجر عظیم کے مستحق ہوں۔ غلطی کی تصحیح کر کے اسے کسی قریبی شمارے میں شائع کر دیا جائے گا۔ ☆ ماہنامہ اعلیٰحضرت سے متعلق خطوط میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ☆ جب بھی کوئی خط لکھیں یا منی آرڈر بھیجیں تو آپ اپنا پتہ اردو یا انگریزی میں صاف تحریر فرمائیں ☆ جن حضرات پر ماہنامہ کی رقم واجب الادا ہے وہ ادارہ کو بھیجنے کی زحمت فرمائیں تا کہ ان کی ممبری برقرار رہ سکے۔

مشاورتی بورڈ

حضرت علامہ مفتی عبد الواجد صاحب ہالینڈ

حضرت مولانا ازہر القادری صاحب لندن

حضرت مولانا علی احمد صاحب سیوانی

حضرت مولانا صفی احمد رضوی انگلینڈ

حضرت مولانا عبد الجبار صاحب رحمانی پاکستان

حضرت مولانا حنیف صاحب رضوی بولٹن انگلینڈ

جناب رانا ریاض صاحب پاکستان

جناب راجہ گل نواز رضوی صاحب انگلینڈ

ڈاکٹر سید محمود حسین چنئی

زرسالانہ ممبرشپ

قیمت فی شمارہ: =/15 روپے

سالانہ ہندوستان کے لئے: =/175 روپے

بیرون ممالک کے لئے: =/900 روپے

نوٹ: جو ممبران ماہنامہ بذریعہ رجسٹری منگانا چاہیں وہ زرخریداری سالانہ کے علاوہ غیر ممالک سے 240 روپے، انڈیا سے 210 روپے زائد ارسال کریں۔

مولانا سبحان رضا خاں، پرنٹر پبلشر ایڈیٹر نے رضا برقی پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "اعلیٰحضرت" سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا۔

ہمارا پتہ

ماہنامہ اعلیٰ حضرت ۸۴/سوداگران بریلی شریف (یوپی) پن کوڈ:243003

فون نمبر گھر:2555624 دفتر:2575683- فیکس نمبر:2574627 کوڈ نمبر 0581 موبائل:9359103539

mahanamaalahazrat@gmail.com

اہانت رسول اور امریکہ

اداریہ:----------از: قاری عبدالرحمٰن خان قادری بریلوی

مسلمان سب کچھ برداشت کرسکتا ہے۔اپنی تباہی، املاک کی بربادی، خویش واقربا کا قتل عام، کاروبار اور روزگار کا استیصال، مگر اپنے عزیز از جان نبی، اپنے بے مثل و بے مثال آقا، اپنے کریم و شفیع مولیٰ، اپنے بے نظیر محسن، کائنات میں سب سے افضل واعلیٰ رسول، مخلوقات میں لاثانی و یکتا مخلوق، دونوں جہاں میں سب سے ممتاز ومخصوص ومنفرد واعلیٰ پیغمبر، خدائے واحد کے یگانہ و یکتا محبوب اعظم، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی بھی برداشت نہیں کرسکتا ع:

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے

اسلام دشمن طاقتیں اب کچھ زیادہ ہی ابھر کر سامنے آرہی ہیں لگاتار مسلمانوں کی دلآزاری، پیغمبر اسلام کی تضحیک، اسلام کی اہانت اور قرآن کریم کی تنقیص اس صدی کے شیطانوں کا عام مشغلہ بنتا جارہا ہے۔

شیطانی فلم ''انوسینس آف سلمس'' (مسلمانوں کی معصومیت) نے مسلمانوں کا خون کھولا دیا۔مسلمان جذبات کے سمندر میں بہتا چلا گیا وہ اپنے نبی کے عشق اور اسلام کی وفاداری میں اپنے آپ کو بھی بھول گیا۔جس نبی نے ہمیں شعور زندگی اور سلیقۂ بندگی عطا کیا، اس کی توہین کیسے برداشت کی جائے اسی کا نتیجہ ہے کہ بن غازی جل اٹھا، سفارت خانہ تباہ وبرباد ہوا، امریکی نمائندے مارے گئے، دنیا بھر میں مظاہروں کا طوفان برپا ہوا۔ ہر ملک بلکہ ہر شہر میں احتجاجی پروگرام،، امریکی پرچم نذر آتش کئے گئے، پتلے جلائے گئے، لیکن شیطانی فلم بنانے والے کے خلاف امریکہ نے کوئی پیش رفت نہیں کی جس کی ''شیطانی حرکت'' کے صلے میں یہ زبردست خسارے اور بڑے بڑے نقصانات جھیلنا پڑے اس فلم ساز پر دباؤ کیوں نہیں؟ اس سے باز پرس کیوں نہیں؟ اسے تو جیل میں ہونا چاہئے لیکن وہ آزاد ہے اظہار خیال کی آزادی کے نام پر اسے تحفظ فراہم کیا جارہا ہے اور بن غازی کے امریکی سفارت خانے کے مہلوکین کا انتقام لینے کی دھمکی دی جارہی ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اس منحوس، اسلام دشمن شیطانی اور اہانت رسول پر مبنی فلم کو کیلی فورنیا میں ۳/ماہ کے دوران ۱۰۰/یہودی سرمایہ داروں کے مالی تعاون اور ۵۰/لاکھ امریکی ڈالر کی لاگت سے تیار کیا گیا جس میں ۶۰/اداکاروں اور ۴۵/فلمی افراد نے حصہ لیا۔عالم اسلام اور دنیائے عرب میں زبردست دھماکہ اور شدید احساس اس وقت ہوا جب ۸/ستمبر کو مصر کے ایک ٹی وی چینل ''الناس'' نے اس فلم کے دو منٹ کے اقتباسات عام کئے۔اس کے بعد ہی زبردست احتجاجات کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

بن غازی (لیبیا) میں ۱۰/ستمبر کو ہزاروں افراد نے امریکی سفارت خانے پر قبضہ کرکے زبردست حوصلہ مند جذبات کا مظاہرہ کیا اور پھر پوری دنیا حتیٰ کہ یورپ کے شہروں میں بھی مسلمان بے قابو اور جذبات عشق سے مغلوب ہوکر سڑکوں پر نکل پڑے۔اور یہ سلسلہ ہنوز جاری وساری ہے اگر شیطانی فلم پر پابندی اور اس کے فلم ساز ''سام باسیلی'' پر شکنجہ نیز امریکہ نے اس شیطانی شرارت پر اہل اسلام سے معافی نہ مانگی تو یہ سلسلہ شاید مسدود نہ ہوگا۔ کیونکہ کروڑوں مسلمانوں کے نبی معصوم کی توہین کا مسئلہ ہے جسے کسی بھی قیمت پر اور کسی بھی حال میں برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

اس پورے سلسلۂ واقعات پر گہری نظر ڈالیں تو یہ حقیقت آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ یہ سب کچھ سوچی سمجھی سازش اور ایک منظم منصوبے کا حصہ ہے۔ گستاخ رسول سلمان رشدی کی شیطانی خرافات منظر عام پر آئی تو وہائٹ ہاؤس میں امریکی صدر نے اسے مدعو کیا اس کی خوب پذیرائی کی گئی۔ اس کے ذہنی دیوالیہ پن کی داد دی گئی۔ اس منحوس ابلیس صفت نے آقائے کائنات، محسن انسانیت کی توہین کے سوا کون سا کارنامہ انجام دیا تھا جو اس کی اتنی پذیرائی وحوصلہ افزائی کی گئی۔ گویا امریکہ کو ہر وہ کام پسند ہے جس سے اسلام دشمنی کا شائبہ نکلتا ہو اور ہر وہ شخص مقبول ہے جو مسلمانوں کو صدمہ اور اسلام کو زک پہونچائے۔ ۲۰۰۴ء میں ایک اسلام مخالف فلم "SUBMISSION" کے فلم ساز تھیووان گوک کو ایمسٹرڈم میں گولی مار کر ہلاک کردیا گیا۔ ابھی بہت دن نہیں ہوئے جب ڈنمارک کے ایک منحوس اخبار نے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہانت آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے ذریعہ پوری دنیا میں ایک عجیب سی بے چینی پیدا کردی تھی پھر اس کی حمایت میں اس کی پشت پناہی کے لئے امریکہ اور یورپ کے بہت سے اسلام دشمن اخبارات اٹھ کھڑے ہوئے۔ مغربی میڈیا نے ان کارٹونوں کو دوبارہ شائع کرکے اپنی باہمی یکجہتی اور کھلی مسلم دشمنی کا زندہ ثبوت دیا۔ اسے بھی مسلمانوں نے نہایت کرب والم اور بے چینی وبے قراری کے عالم میں برداشت کیا۔ اس کے بعد ۲۰۱۰ء میں "میری جونز" امریکی پادری نے اہانت قرآن کریم کی جو مہم چھیڑی اور امریکی میڈیا نے اس ناپاک کھیل میں جو کردار ادا کیا وہ ہماری نگاہوں میں ابھی تازہ ہے۔ میری جونز کی پیروی میں امریکی فوجیوں نے افغانستان میں قرآن کریم کے نسخے نذر آتش کئے جس کے خلاف مظاہروں میں ۳۰ افغان اور ۶ امریکی ہلاک ہوئے۔ ابھی چند ماہ قبل ہی ایک فوجی کتاب کے ذریعہ فوج کو حرمین شریفین کے انہدام کی ٹریننگ کا ناپاک معاملہ سامنے آیا۔ جس پر مسلمانوں نے اپنے دلی غم وغصے کا اظہار کیا۔ اور اب اس فتنہ بلاخیز نے جو صدمے پہنچائے ہیں وہ بھی کسی سے مخفی نہیں۔ تسلسل وار رونما ہونے والے ان واقعات سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ مسلم دشمن طاقتیں مسلمانوں کو مسلسل ایک کرب، ایک بے چینی اور ایک الجھن میں مبتلا رکھنا چاہتی ہے۔ اس طرح مسلمانوں کی جذبات شکنی بھی ہوگی اور مسلمان آئے دن ان واقعات وحادثات سے دل برداشتہ ہوکر خاموش ہوجائے گا۔ ہرگز نہیں جو گستاخی برداشت کرلے، جسے نبی کی توہین گوارا ہو، قرآن کی تذلیل پر خاموش تماشائی بن جائے وہ مسلمان نہیں ہے۔

مسلماں نام ہے پائے نبی پر جان دینے کا
دل وجاں سے رسول دوسرا کو مان لینے کا

اس وقت اتحاد کی اشد ضرورت ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ صیہونی طاقتوں کے خلاف اسلام کی حرمت وناموس کے لئے ایک ہوجائیں۔ مسلم ممالک کو دفاع اسلام کے لئے ایک پلیٹ فارم پر آجانا چاہئے۔ ابھی بھی اگر ہم نہیں جاگے تو آخر کب جاگیں گے دشمن ہماری صفوں میں بھی ہے، گھروں میں بھی ہے، محفلوں میں بھی ہے بلکہ ہماری خوابگاہوں میں داخل ہوچکا ہے۔ اس نے اپنی شمشیر بے نیام ہماری گردن پر رکھ دی ہے وہ مسلمان کو صفحۂ ہستی سے مٹادینا چاہتا ہے۔ ایسے وقت میں ہمیں کیا کرنا ہے؟ سوچئے؟ اور عمل کے میدان میں قدم رکھئے۔ یہ سونے کا وقت نہیں بلکہ اتحاد وعمل کا وقت ہے۔ اپنے دفاع اور اسلامی تحفظ کا وقت ہے، ملت کو بیدار کرنے اور دشمن کے حملوں سے بچانے کا وقت ہے۔ اقبال نے بہت پہلے اس قوم کو بیدار کیا اور دعوت اتحاد دی ہے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

اہانت رسول اور مسلم دلآزاری یہودیوں وعیسائیوں کا شروع سے ہی محبوب مشغلہ رہا۔ وہ اس طرح اسلام، اہل اسلام کو دبانے اور مٹانے کی ناپاک اور مذموم کوششوں میں مبتلا رہے۔ مگر ماضی کی تاریخ گواہ ہے کہ جتنا شجر اسلام کو کاٹا اور چھانٹا گیا اتنا ہی یہ لہلہاتا چلا گیا

۔جتنا اسے دبایا گیا اتنا ہی یہ تن آور ہوتا گیا۔ جہاں سے روکنے کی سعی بے جا ہوئی وہیں سے اسلام کا سیلاب بہہ نکلا جو اپنے حاسدین ومخالفین ،معاندین ومنکرین کو خس وخاشاک کی طرح بہالے گیا۔

نکالیں سیکڑوں نہریں کہ پانی کچھ تو کم ہوگا
مگر پھر بھی مرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی

یہودیوں اور عیسائیوں کا غیر اسلامی بلکہ اسلام دشمن طریقہ کار قابل مذمت بھی ہے اور قابل احتجاج بھی۔لیکن اس سے زیادہ افسوس ناک ،تکلیف دہ اور قابل مذمت وہ جماعت ہے جو اسلامی لباس پہن کر ،چہروں پر داڑھیاں سجا کر ،نمازوں اور تلاوتوں کا انبار لگا کر ،اسلام کا کلمہ طیبہ پڑھ کر رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص میں عرصہ دراز سے مصروف ہے۔اس مسلم نما ،گستاخ جماعت کے خلاف بھی زبردست احتجاج اور کارآمد لائحہ عمل کی ضرورت ہے۔

ذکر روکے ،فضل کاٹے ،نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

ہم مرکز اہلسنت کی جانب سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ

☆امریکہ دشمن اسلام فوراً اس زبردست گستاخی پر عالم اسلام سے معافی مانگے اور اس شیطانی فلم پر فوراً سے پیشتر پابندی عائد کرے۔

☆مسلمانوں سے اپیل ہے کہ تشدد کا راستہ اختیار کئے بغیر پرامن مظاہروں کا سلسلہ جاری رکھیں اور امریکی مصنوعات کا مکمل طور پر بائیکاٹ کردیں تاکہ وہ معاشی بحران کا شکار ہوکر آئندہ ایسی خرافات کی جرأت نہ کرسکے۔

☆ہندوستانی حکومت سے مطالبہ ہے کہ ہندوستانی کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے فوراً امریکہ سے اپنے سفارتی تعلقات منقطع کرے۔

ریٹ لسٹ برائے اشتہار ماہنامہ اعلیٰ حضرت (فی شمارہ)

ٹائٹل پشت (رنگین) پورا صفحہ	5000=00روپئے
ٹائٹل پشت (رنگین) نصف صفحہ	2500=00روپئے
ٹائٹل اندرونی پورا صفحہ (رنگین)	3000=00روپئے
ٹائٹل اندرونی نصف صفحہ (رنگین)	1500=00روپئے
عام صفحہ (بلیک) پورا صفحہ	2000=00روپئے
عام صفحہ (بلیک) نصف صفحہ	1000=00روپئے
عام صفحہ (بلیک) چوتھائی صفحہ	500=00روپئے

نوٹ-: ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں
اشتہار غیر شرعی نہ ہو۔اگر غیر شرعی ہوگا تو ادارہ چھاپنے سے معذور ہوگا۔

ترجمہ: مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ

باب التفسیر

تفسیر: صدر الافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ

پیش کش: ابرار الحق رحمانی مدھوبنی

ترجمہ: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا ۵۱ کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ وہ ان کا فیصلہ کرے پھر ان میں کا ایک گروہ اس سے روگرداں ہو کر پھر جاتا ہے ۵۲ یہ جرأت ۵۳ انہیں اس لئے ہوئی کہ وہ کہتے ہیں ہرگز ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دنوں ۵۴ اور ان کے دین میں انہیں فریب دیا اس جھوٹ نے جو باندھتے تھے ۵۵ تو کیسی ہوگی جب ہم انہیں اکٹھا کریں گے اس دن کے لئے جس میں شک نہیں ۵۶ اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

(سورۂ آل عمران پ۳، ع۱۱ آیت ۲۲ تا ۲۵)

تفسیر: ۵۱ یعنی یہود کو، انہیں توریت شریف کے علوم و احکام سکھائے گئے تھے جن میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف و احوال اور دین اسلام کی حقانیت کا بیان ہے اس سے لازم آتا تھا کہ جب حضور تشریف فرما ہوں اور انہیں قرآن کریم کی طرف دعوت دیں تو وہ حضور پر اور قرآن شریف پر ایمان لائیں اور اس کے احکام کی تعمیل کریں لیکن ان میں سے بہتوں نے ایسا نہیں کیا اس تقدیر پر آیت میں الکتاب سے توریت اور کتاب اللہ سے قرآن شریف مراد ہے۔ ۵۲ **شان نزول**: اس آیت کے شان نزول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ آئی ہے کہ ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت المدراس میں تشریف لے گئے اور وہاں یہود کو اسلام کی دعوت دی نعیم بن عمرو اور حارث ابن زید نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کس دین پر ہیں فرمایا ملت ابراہیمی پر وہ کہنے لگے حضرت ابراہیم علیہ السلام تو یہودی تھے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا توریت لاؤ ابھی ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ ہو جائے گا اس پر نہ جمے اور منکر ہو گئے اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اس تقدیر پر آیت میں کتاب اللہ سے توریت مراد ہے ان ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ خیبر کے یہودیوں میں سے ایک مرد نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا اور توریت میں ایسے گناہ کی سزا پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا ہے لیکن چونکہ یہ لوگ یہودیوں میں اونچے خاندان کے تھے اس لئے انہوں نے انہیں سنگسار کرنا گوارہ نہ کیا اور اس معاملہ کو بایں امید سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لائے کہ شاید آپ سنگسار کرنے کا حکم نہ دیں مگر حضور نے ان دونوں کے سنگسار کرنے کا حکم دیا اس پر یہودی طیش میں آئے اور کہنے لگے کہ اس گناہ کی یہ سزا نہیں آپ نے ظلم کیا حضور نے فرمایا کہ فیصلہ توریت پر رکھو، کہنے لگے یہ انصاف کی بات ہے۔ توریت منگائی گئی اور عبداللہ بن صوریا یہود کے بڑے عالم نے اس کو پڑھا اس میں آیت رجم آئی جس میں سنگسار کرنے کا حکم تھا۔ عبداللہ نے اس پر ہاتھ رکھ لیا اور اس کو چھوڑ گیا حضرت عبداللہ بن سلام نے اس کا ہاتھ ہٹا کر آیت پڑھ دی یہودی ذلیل ہوئے اور وہ یہودی مرد و عورت جنہوں نے زنا کیا تھا حضور کے حکم سے سنگسار کئے گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ۵۳ کتب الٰہی سے روگردانی کرنے کی ۵۴ یعنی چالیس دن یا ایک ہفتہ پھر کچھ غم نہیں ۵۵ اور ان کا یہ قول تھا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں وہ ہمیں گناہوں پر عذاب نہ کرے گا مگر بہت تھوڑی مدت ۵۶ اور وہ روز قیامت ہے۔

﴿جاری﴾

باب الحدیث

گلدستۂ احادیث

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں ☆ اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

ترتیب وانتخاب: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر، سوداگران بریلی شریف

نرمی، حیا اور حسن خُلق کا بیان

حدیث: عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ مہربان ہے اور مہربانی کو پسند کرتا ہے (مسلم شریف)

حدیث: عَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُّحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ۔

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص نرمی سے محروم کیا جاتا ہے وہ (دوسرے لفظوں میں) بھلائی سے محروم کیا جاتا ہے۔ (مسلم)

حدیث: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْاِيْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ شرم وحیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان والا جنت میں جائے گا اور بے حیائی وفحش گوئی برائی کا حصہ ہے اور برائی والا دوزخ میں جائے گا۔ (احمد، ترمذی)

حدیث: عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهٗ۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حیا کی ساری قسمیں بہتر ہیں۔ (بخاری، مسلم)

حدیث: عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَيَاءَ وَالْاِيْمَانَ قُرِنَا جَمِيْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُهُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ ایمان اور حیا دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں تو جب ان میں سے ایک اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔ (بیہقی)

حدیث: عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ۔

ترجمہ: حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں حسن اخلاق کی (قدروں) کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ (موطا، مشکوٰۃ)

حدیث: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مسلمانوں میں کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں کہ جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ (ابوداؤد)

نماز دین کا ستون (کھمبا) ہے

عصر حاضر میں مسلک اعلیٰ حضرت ہی سب سے مضبوط پناہ گاہ ہے

لہٰذا مضبوطی کے ساتھ اس پر قائم رہیے۔

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب ، تخریج ، تحقیق

حضرت مولانا الحاج محمد احسن رضا قادری نائب سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بلا عذر شرعی نس بندی حرام ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ نسبندی کرانا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں ؟ اور جس شخص نے نسبندی کرائی ہے اس کے لئے کیا حکم ہے وہ جماعت سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جس نے نسبندی کرائی ہے وہ اگر جماعت سے نماز پڑھ رہا ہے تو جماعت میں کسی کی نماز نہیں ہوگی حتیٰ کہ نسبندی والے کے جنازہ کی نماز بھی نہیں پڑھی جائے اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اسے دفن کیا جائے ۔(۲) ہندوؤں کی زمین رہن رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ روپیہ کی واپسی پر ہندو کی بھی زمین رہن رکھ سکتے ہیں برائے کرام اطمینان بخش جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی :ایوب خاں تلسی پور ضلع بریلی شریف

الجواب :شریعت مطہرہ کو امت کی کثرت محبوب ہے اور نسبندی اس کے لئے سد راہ ہے پھر بلا ضرورت شرعیہ آپریشن جائز نہیں نیز ستر عورت کا کھولنا اور غیر سے مس کرانا اور اس کا غیر کو دیکھنا بھی ناجائز وگناہ ہے لہذا جو شخص بلا عذر شرعی اس فعل کا مرتکب ہوگا وہ گنہ گار ہوگا اس پر توبہ لازم ہوگی مگر وہ مسلمان ہے، اس کے ساتھ یہ معاملہ کہ اسے مسجد و جماعت سے روکنا، اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا حرام اشد حرام ہے زید نے یہ غلط کہا کہ جس نے نسبندی کرائی ہے وہ اگر جماعت سے نماز پڑھتا ہے تو جماعت میں کسی کی نماز نہیں ہوگی الخ زید پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) صورت مسئولہ میں رہن رکھنا جائز ہے اور اس زمین سے نفع حاصل کرنا بھی جائز ہے درمختار میں ہے "ولو بعقد فاسد" اسے سود بتانا محض غلط وباطل ہے جس نے سود بتایا وہ توبہ کرے کہ سود کے لئے مال معصوم ہونا شرط ہے اور ان کا مال معصوم نہیں لہذا اگر بلا عذر شرعی کے حاصل ہوا اور اپنی عزت وآبرو کا خطرہ نہ ہو اس کا لینا جائز ہے ظاہر ہے کہ وہ خود زمین رہن رکھ رہا ہے اور اس کا منافع کھانے کی اجازت دے رہا ہے پھر ناجائز کیوں ہوگا؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ القوی

دار الافتا منظر اسلام بریلی شریف

بیٹی کی غلط کاری کی وجہ سے باپ کا مقاطعہ جائز نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ بنام بھورے کی ایک لڑکی بھنگی کے ساتھ ناپاک محبت میں خود بھورے کے لڑکوں نے پکڑلی جب اس بات کا زیادہ شور ہوا تو ساری بستی میں چرچا ہوگیا اور دوسرے گاؤں میں بھی ہوگیا اب لوگوں کا یہ اعتراض ہے کہ بھورے جس کی شادی میں یا کسی کار خیر میں شریک ہوں گے وہاں ہم نہیں جائیں گے بھورے یہ کہتے ہیں کہ شریعت کا جو بھی حکم نافذ ہوگا مجھے منظور ہے اور اس پر بستی والے بھی متفق ہیں۔

سائل :منشی [illegible] بریلی

الجواب :[illegible] جفاکار، مستحق عذاب [illegible] ہے اس پر فرض ہے کہ اس ناجائز جرم سے توبہ کرے مگر اس کا باپ بھورے ملزم نہیں اس کا حقہ پانی بند کرنا محض ناجائز ہے برادری پر لازم کہ وہ اس ارادے سے باز آئے اور اس سے برادرانہ تعلقات رکھیں واللہ

تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہ
دارالافتا منظر اسلام بریلی شریف
۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

لڑکی والوں کا باراتی اور محلہ والوں کو کھانا کھلانا، عدت میں عورت کا زیور پہننا، کسی غیر محرم کے ہاتھوں عورت کے چوڑی پہننے کا شرعی حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ شادی کے دن بارات آنے پر لڑکی کے یہاں بارات والوں اور محلہ والوں کو کھانا کھلانا اور مذکورہ حضرات کا وہاں کھانا کھانا کیسا ہے؟

(۲) بعد مردن شوہر عورت کا چوڑی پہننا یا زیور پہننا کیسا ہے؟

(۳) کسی مرد چوڑی والے کا کسی عورت غیر محرمہ کو اپنے ہاتھوں سے چوڑی پہنانا اور عورتوں کا اس سے پہننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد عطاء الرحمن موضع رائے پور ڈاکخانہ بھوجی پورہ بریلی شریف

الجواب: جائز ودرست ہے جب کہ زبردستی نہ ہو اور اگر محلہ والے جبراً کھانا لیتے ہوں تو ناجائز اور اس کا کھانا حلال نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ایام عدت میں چوڑی اور زیورات نہ پہنے اس کے بعد پہن سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ناجائز وگناہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہ
دارالافتا منظر اسلام بریلی شریف
یکم ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

بیک وقت دو بہنوں کا نکاح ایک مرد کے ساتھ جائز نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ زید کی بستی کے لوگ زید کے مخالف ہیں زیادہ تر عمرو کے گھر والے زید کی مخالفت کرتے ہیں وجہ یہ ہے کہ عمرو کے گھر میں دو سگی بہنیں بیک وقت نکاح میں ہیں اور زید پر یوں اعتراض ہے کہ زید نے دو تین بار عمرو کو روکا کہ دو بہن بیک وقت نکاح میں جائز نہیں وہ تمہارے لئے حرام ہیں اس وجہ سے عمرو زید پر الزام لگاتا رہا اور گاؤں والوں کو بہکاتا رہتا ہے کہ زید کو جزام کا مرض ہے۔ زید کو بستی سے علیحدہ کر دیا جائے اور باہر جنگل میں منڈھیا ڈال دی جائے لیکن اپنے گھر کی طرف نہیں دیکھتا ہے کہ ہمارے گھر میں حرام ہوتا ہے۔ لہذا ایسے شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے اور وہ شخص مسلمانوں میں فتنہ ڈالتا ہے۔ اور زید کو دیکھ لیا جائے زید کے پاس ڈاکٹری سند بھی موجود ہے جبکہ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ زید کو جزام کا مرض نہیں ہے۔ اب اس حالت میں زید اور عمرو کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔

سائل: عبدالغفور حسن پور تحصیل داتا گنج بریلی شریف

الجواب: بعون الملک الوھاب: عمرو سخت گنہ گار، ظالم، جفا کار، مستحق عذاب نار، مستوجب غضب جبار، مبتلائے قہر قہار حق اللہ وحق العبد میں گرفتار ہے اس پر فرض ہے کہ وہ سالی کو اپنے سے علیحدہ کر دے اور توبہ استغفار کرے اگر وہ تائب نہ ہو اور اس سے علیحدہ نہ ہو تو اس سے ترک تعلق کیا جائے اگر سالی سے بھی وطی کر لی ہے تو جب تک اسے علیحدہ نہ کر دے اور اس کی عدت نہ گزر جائے بیوی سے بھی وطی حرام ہے۔ برادری والوں پر اس کا سد باب لازم ہے۔ وہ یوں بھی گنہ گار ہے کہ اس نے زید کو جزامی بتایا۔ اگر واقعی زید جزامی بھی ہوتا جب بھی اسے اس کے گھر سے نکالنا اور بستی سے باہر کر دینا جائز نہ تھا چہ جائیکہ اس پر الزام رکھ کر اسے بستی سے باہر کرنے کی سعی والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ عمرو پر اس سے بھی توبہ ورجوع لازم ہے اور زید سے معافی چاہنا بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہ
دارالافتا منظر اسلام بریلی شریف
۳ ربیع الآخر ۱۳۹۳ھ

حیاتِ اعلیٰ حضرت

مصنف: ملک العلماء حضرت علامہ مولانا **محمد ظفر الدین** بہاری قدس سرہ
پیش کش: حضرت مولانا **محمد احسن رضا خاں** قادری ولیعہد خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف

(گزشتہ سے پیوستہ)

اس بیان کا سلسلہ یہاں تک پہنچایا کہ

عرفاں ونور ایمان سب اسی نور والاظہور کے پرتو ہیں، بلکہ ایمان صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت وعظمت کا نام ہے۔ تو جس کے دل میں جس قدر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت وعظمت زائد، اسی قدر اس کا ایمان اکمل اور جس قدر کم، اتنا ہی ایمان ناقص اور جس کے دل میں بالکل نہیں وہ مطلقاً کافر ہے۔ "لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین" قطعاً اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ بے شک جب تک محبت دینی، ایمانی، اختیاری، ایقانی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جہان اور خود اپنی جان سے زیادہ نہ چاہے، ہرگز مومن نہیں۔

انزال کتب وارسال رسل، بلکہ تخلیق آدم وعالم، سب اظہار عظمت عظیمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ ابن عساکر سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: حضرت عزت جل جلالہ نے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی بھیجی، اگر میں نے ابراہیم کو خلیل کیا تو تمہیں اپنا حبیب کیا: اور تم سے زیادہ اپنی بارگاہ میں عزت وکرامت والا کوئی نہ بنایا۔ "ولقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک لماخلقت الدنیا" میں نے دنیا ومخلوقات دنیا اسی لئے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو منزلت وعزت تمہاری ہے، ان پر ظاہر فرمادوں، اگر تم نہ ہوتے، میں دنیا نہ بناتا، یعنی دنیا وآخرت کچھ نہ ہوتی کہ آخرت دارالجزا ہے اور دارالجزا کو دارالعمل کا تقدم ضروری ہے۔ جب دارالعمل بلکہ عاملین ہی نہ ہوتے، دارالجزا کہاں سے ہوتی؟ حاکم نے صحیح مستدرک میں روایت کی حضرت عزوجل نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی: لولا محمد ماخلقتک ولا ارضا ولا سماء اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے نہ میں تمہیں پیدا کرتا، نہ آسمان وزمین بناتا۔

قال تعالیٰ: وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ (بقرہ ۲/۱۴۳) ہم نے نہ کیا وہ قبلہ جس پر تم تھے، مگر اس لئے کہ علانیہ ظاہر ہوجائے کہ کون براہ غلامی تمہارا اتباع کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھرتا ہے۔

دیکھو! آیت کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ فرضیت قبلہ صرف اس لئے ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم واطاعت کرنے والوں کی پہچان سب کو معلوم ہوجائے۔ آیت کریمہ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" (طور ۵۲/۵۶) میں نے جن وانسان اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔ حدیث مذکور سیدنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منافی نہیں۔ تخلیق جن وانس، عبادت کے لئے اور عبادت سے حضرت عزت جل جلالہ کو نہ کوئی نفع، نہ اس کے ترک سے کوئی ضرر۔ وہ غنی حمید ہے۔ احکام عبادت کی تشریع اسی لئے ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلامان مطیع وفرمانبردار، ان کے حکم سے الٹے پاؤں پھر جانے والے نابکار، سب پر ظاہر ہوجائے کہ عبادت الٰہی وتعظیم ومحبت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متلازمین ہیں۔ متلازمین میں ایک کا ذکر دوسرے کا موکد ہوتا ہے نہ کہ نافی ومنافی۔

ایمان کے دو رکن ہیں۔ لا الہ الا اللہ. محمد رسول اللہ. صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ آیت کریمہ رکن اول کو بتاتی ہے۔ الا لیعبدون اس لیے بنایا کہ میری پرستش کریں یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اور حدیث شریف رکن دوم کا اشعار فرمارہی ہے۔لا عرفھم کرامتک اسی لیے بنایا کہ تمہارا مرتبہ پہچانیں۔یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولہذا اہل ادب وایمان کے نزدیک تعظیم ومحبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصل کار و اہم فرائض ومناط قبول جملہ اعمال حسنہ ہے۔اہم فرائض ارکان ہیں ،اور اہم ارکان اربعہ نماز،اور تعظیم ومحبت حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعاً نماز سے اہم و اعظم۔غزوۂ خیبر سے پلٹتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منزل صہبا میں بعد نماز عصر سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے زانوئے مبارک پر سر اقدس سر رکھ کر آرام فرمایا۔مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الامنی نے ابھی نماز نہ پڑھی تھی۔جب وقت تنگ ہونے پر آیا مضطرب ہوئے کہ اگر اٹھتا ہوں محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خواب رحمت میں خلل آتا ہے۔مع ہذا کیا معلوم کہ حضور کو خواب میں کیا وحی ہو رہی ہے؟ اور اگر بیٹھا رہتا ہوں نماز جاتی ہے۔آخر وہی تعظیم ومحبت کا پلہ غالب آیا،اور اسد اللہ الغالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگا دینے پر نماز جانے کو گوارا کیا۔حتی توارت بالحجاب یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا اب کہ وقت مغرب ہوا،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چشم حق بیں کھلی۔مولیٰ علی کو مضطرب پایا،سبب دریافت کیا:

عرض کی:یارسول اللہ!میں نے عصر کی نماز نہ پڑھی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مشکل کشائی بلند فرمائے اور اپنے عزوجل سے عرض کی:

الٰہی!علی تیرے رسول کے کام میں تھا۔اور آفتاب کو حکم دیا کہ پلٹ آئے۔فوراً ڈوبا ہوا آفتاب اُفق غربی سے حکم کا باندھا ہوا کھنچا چلا آیا،وقت عصر ہو گیا۔امیر المومنین نے نماز ادا فرمائی،پھر ڈوب گیا امام اجل ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ ائمہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔

جان کا رکھنا سب سے زیادہ اہم ہے۔اگر بوجہ ظلم عدو و مکابر وغیرہ نماز پڑھنے میں معاذ اللہ ہلاک جان کا یقین ہو،اس وقت ترک نماز کی اجازت ہوگی۔امام الصدیقین ،اکمل الاولیاء العارفین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت کو حفظ جان پر مقدم رکھا سفر ہجرت میں جب آفتاب رسالت وماہتاب صدیقیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ برج ثور بیت الشرف قمر میں اجتماع نیرین کی طرح غار ثور پر جلوہ فرما ہوئے صدیق اکبر نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی:

یارسول اللہ!حضور باہر توقف فرمائیں،پہلے میں اندر جا کر غار کو صاف کر دوں کہ اگر کوئی چیز ہو تو مجھے پہونچے۔غار چند ہزار سال کا تھا،بہت سوراخ تھے،صدیق نے سنگریزوں سے،پھر کپڑے پھاڑ پھاڑ کر ان سوراخ بند کیے۔ایک سوراخ رہ گیا،اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلایا۔حضور نے ان کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمایا۔وہاں ایک سانپ مدت سے بہ تمنائے دیدار فائض الانوار حضور پرنور سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رہتا تھا کہ اس نے قرون سابقہ میں علمائے امم سابقہ کو باہم ذکر کرتے سنا تھا،کہ حضور اقدس نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت اور غار ثور میں اقامت فرمائیں گے سانپ نے اپنا سر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انگوٹھے پر رگڑا انھوں نے جانا کہ سانپ ہے۔مگر اس خیال سے کہ جان جائے مگر محبوب کی نیند میں خلل نہ آئے،پاؤں نہ ہٹایا۔یہاں تک کہ اس نے کاٹا،صدیق نے بکمال ادب جنبش نہ کی،مگر شدت ضبط کے باعث آنسو نکل کر محبوب رب العالمین پر پڑے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشم جانفزاں کھلی،صدیق سے حال پوچھا۔

عرض کی:لدغت بابی انت و امی یا رسول اللہ یا رسول اللہ!میرے ماں باپ آپ پر قربان!مجھے سانپ نے کاٹا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعاب اقدس لگا دیا،فوراً آرام ہو گیا۔

یہی تعظیم محبت،جاں نثاری اور پروانہ باری شمع رسالت بعد انبیاو مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام جہاں پر باعث تفوق ہے۔جس نے صدیق اکبر کو ان کے بعد تمام عالم،تمام خلق اللہ ،تمام اولیاء،تمام عرفا سے افضل اواکرم واکمل واعظم کر دیا۔یہی وہ سر

ہے، جس کی نسبت حدیث میں آیا کہ ابوبکر کو کثرت صوم وصلوۃ کی وجہ سے تم پر فضیلت نہ ہوئی۔ ولکن بشیئ و قرنی صدرہ بلکہ اس کے سر کے سبب جو اس کے دل میں راسخ و متمکن ہے۔ یہی وہ راز ہے جس کے باعث ارشاد ہوا کہ: لو وزن ایمان ابی بکر بایمان امتی لرجح ایمان ابی بکر اگر ابوبکر کا ایمان میری تمام امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان غالب آئے۔ و لہذا قرآن عظیم نے اپنے نصوص قطعیہ سے، شکل اول بدیہی الانتاج، افضلیت مطلقہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قائم فرمادی۔ قال اللہ تعالیٰ عزوجل: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (حجرات ۱۳/۴۹) تم سب میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ عزوجل کے حضور وہ ہے جو تم سب میں اتقی ہے۔ دوسری آیت کریمہ میں صاف فرمادیا: اتقی کون ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قال تعالیٰ: وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی (اللیل ۱۷/۹۲، ۲۱) قریب ہے جہنم سے بچایا جائے گا وہ سب سے اتقی جو اپنا مال دیتا ہے ستھرا ہونے کو، اور اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں، جس کا بدلہ دیا جائے۔ مگر اپنے پروردگار برتر کا وجہ کریم چاہنا اور قریب ہے وہ اس سے راضی ہوجائے گا۔ بشہادت آیت اولیٰ ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے، جو افضل واکرم امت مرحومہ ہے اور وہ نہیں مگر اہلسنت کے نزدیک صدیق اکبر۔

اور تفضیلیہ وروافض کے یہاں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مگر اللہ عزوجل کے لئے حمد کہ اس نے کسی کی تلبیس وتدلیس کو جگہ نہ چھوڑی۔ آیت کریمہ نے ایسے وصف خاص سے اتقی کی تعیین فرمادی، جو صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آ ہی نہیں سکتا فرماتا ہے "وما لاحد عنده من نعمة تجزیٰ" اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ الاعظم ومحسن ومنعم تمام عالم ہیں۔ حضور کے احسانات کہ بے حد وغایات ہیں، دو قسم ہیں۔

دینیہ کہ اولین وآخرین حتی کہ انبیا ومرسلین وملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین جس نے جو نعمت ایمان ودولت عرفان پائی حضور خلیفۃ اللہ الاعظم ہی کے ہاتھوں سے ملی۔ حضور ہی کی بدولت ہاتھ آئی۔ ولہذا تمام انبیا ومرسلین وملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا۔

اور دنیویہ۔ پھر یہ دو قسم ہیں:

اول عامہ باطنہ، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحکم خلافت رب العلمین جل جلل وعلا جملہ نعمتہائے الہیہ کے قاسم ہیں۔ خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: انما انا قاسم واللہ یعطی بانٹنے والا میں ہوں اور دینے والا اللہ عزوجل۔ روز اول سے آج تک، آج سے روز قیامت تک، روز قیامت سے ابدالآباد تک جو نعمت جسے ملی یا ملتی ہے یا ملے گی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس سے بٹی اور بٹتی ہے اور بٹے گی۔ جس طرح دین وملت واسلام وسنت وصلاح وعبادت وزہد وطہارت وعلم ومعرفت یہ سب نعمتہائے دینیہ ان کی عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ یوں ہی مال ودولت، شفا وصحت، عزت ورفعت، امارت وسلطنت، فرزند وعشیرت یہ سب نعم دنیویہ بھی ان ہی کے دست اقدس سے ملی ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے "اغنا هم الله ورسوله من فضله" انہیں غنی کردیا اللہ ورسول نے اپنے فضل سے اور فرماتا ہے" ولو انهم رضوا ما اتهم الله ورسوله وقالوا حسبنا الله سیوتینا الله من فضله ورسوله انا الی الله راغبون (توبہ ۵۹/۹) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ ورسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور کہتے خدا کافی ہے۔ آپ ہمیں دیتے ہیں اللہ ورسول اپنے فضل سے، ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔ وہابیہ شرک فروش اسنادات حقیقت وتجوز وعطا وتسبب میں فرق نہ کر کے احمد بخش، محمد بخش ناموں کو شرک بتاتے ہیں۔ حالانکہ قرآن عظیم میں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا حضرت مریم سے فرمانا مذکور ہے اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا (مریم ۱۹/۱۹) میں تو تیرے رب کا رسول ہوں تاکہ میں تجھے ستھرا بیٹا دوں۔ دیکھو! قرآن عظیم سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جبرئیل بخش فرمارہا ہے۔ یہ عجیب شرک مقبول ومحمود ہے کہ قرآن عظیم میں موجود ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

﴿جاری﴾

احتساب

تحذیر الناس اکابر دیوبند کی نظر میں

قاسم نانوتوی کی بدنام زمانہ کتاب "تحذیر الناس" میں درج کفری عبارت پر علمائے اہلسنت کے فتووں ہی پر اعتماد کرنے کی دعوت دیتی ایک قابل عمل تحریر

از: مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی میلسی (پاکستان)

اپنے آپ کو جامعہ نعیمیہ مراد آباد کا فاضل بتانے والے، سرکار صدر الافاضل علیہ الرحمہ سے نسبت تلمذ رکھنے والے، جماعت اہلسنت کو تفسیر کے عنوان پر "ضیاء القرآن" سیرت کے عنوان پر کئی جلدوں پر مشتمل "ضیاء النبی" مختلف عناوین پر متعدد مقالات ومضامین اور کئی مشہور ومعروف کتابیں دینے والے معروف محقق "جسٹس پیر کرم شاہ صاحب ازہری" نے نہ جانے کن جذبات کے تحت "تحذیر الناس میری نظر میں" تحریر فرما کر اپنی محققانہ شخصیت کو مجروح ومطعون بناڈالا کیونکہ مذکورہ کتاب میں ازہری صاحب نے جو "داد تحقیق" دی ہے ایک تو وہ آپ کے منفرد ومحققانہ اسلوب تحقیق سے لگا نہیں کھاتی دوسرے اس میں مندرج آپ کے نظریات جماعت اہلسنت کے اکابر علما ومشائخ کے نظریات سے میل بھی نہیں کھاتے اس لئے ضروری تھا کہ "تحذیر الناس میری نظر میں" اس کتاب کی غیر معتبریت کو واضح کیا جاتا اور جماعت اہلسنت کے عوام وخواص کو علمائے اہلسنت کی جانب سے "تحذیر الناس" پر لگائے جانے والے احکام شرعیہ ہی پر عمل کرنے کی دعوت دی جاتی۔ قابل مبارکباد ہیں مبلغ مسلک اعلیٰ حضرت حضرت مولانا حسن علی صاحب بریلوی میلسی کہ آپ نے اس ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ازہری صاحب کی مذکورہ کتاب کی غیر معتبریت کو اپنے اس مضمون کے ذریعہ واضح فرما کر تحذیر الناس کے رد میں اپنوں اور غیروں کے اقوال جامع انداز میں بیان فرمائے۔ اے کاش! میلسی صاحب مدظلہ اس کتاب کا تفصیلی رد تحریر فرمادیتے۔ (محمد سلیم بریلوی)

ملک کے اطراف واکناف اور بیرون ملک سے پیر کرم شاہ صاحب ازہری کی کتاب "تحذیر الناس میری نظر میں" کے مندرجات سے متعلق استفسار کیا جارہا ہے اس سے قبل برادر معظم حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب قادری رضوی ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مخلصم محب محترم صوفی محمد طفیل صاحب مدیر اعلیٰ ماہنامہ القوالسدید لاہور اور ایک عزیز نے سیالکوٹ ضلع شیخوپور سے بھی ۹/۱۰ سال پیشتر فقیر کے تاثرات معلوم کرنے کے ساتھ اصل کتاب "تحذیر الناس میری نظر میں" بھی فقیر کو ارسال کی تھی نیز اس کے ساتھ ہی ایک کتابچہ بنام "جمال کرم" کی فوٹو کاپی بھی مختلف اطراف کے علما نے برائے تبصرہ وتاثرات مجھ فقیر کو ارسال فرمایا تھا۔ فقیر نے اسی وقت اپنی آراء وتاثرات سے مطلع کردیا تھا بلکہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف حضرت مخدوم محترم مولانا الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب۔ اطال اللہ عمرہ. جب گوجرہ منڈی ضلع فیصل آباد تشریف لائے تھے تو ان سے بھی لکھوادیا تھا اسی طرح فقیر نے برادرم حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کا "تحذیر الناس میری نظر میں" سے عدم اتفاق اور غیر مبہم واضح اختلاف تحریری شکل میں حاصل کرلیا تھا جس کی کئی حضرات نے فوٹو کاپی بھی حاصل کیں اب فقیر احباب علما کے اصرار وحکم پر دوبارہ وسہ بارہ اپنی آراء وتاثرات سے مطلع کرتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ پیر کرم شاہ ازہری صاحب کو "تحذیر الناس میری نظر میں" لکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آخر انہیں کیا مجبوری تھی کہ تحذیر الناس کی تصنیف کے کم وبیش ڈیڑھ سو سال بعد اپنی ذاتی وانفرادی رائے کا اظہار کرتے اور باقاعدہ ایک کتاب چھاپ کر مخالفین اہلسنت کے ہاتھ مضبوط کرتے؟ دوسری اہم بات یہ ہے کہ جب کہ تحذیر الناس مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی سے متعلق اہلسنت کے مسلمہ امام اور مجدد ومحقق سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ اور اکابر واعاظم علما وفقہائے عرب وعجم خاص کر علمائے حرمین طیبین کے فتاوی شرعیہ حسام الحرمین

شریف میں موجود و مرقوم تھے۔ نیز الصوارم الہندیہ (مصنفہ و مرتبہ شیر بیشہ اہلسنت مولانا شاہ حشمت علی خاں صاحب قدس سرہ) میں متحدہ ہند کے جملہ صوبہ جات کے مقتدر و موقر علمائے اہلسنت اور مفتیان شریعت کی حسام الحرمین پر تصدیقات موجود ہیں تو ان سب کے ہوتے انہیں جملہ اکابر کے برعکس اور سب سے مختلف اپنی انفرادی رائے کے تائیدی اظہار و بیان کی کیا ضرورت تھی؟ پیر کرم شاہ صاحب کو دیکھنا اور سوچنا چاہئے تھا کہ وہ جن صدر الافاضل قدس سرہ سے نسبت تلمذ اور جس جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے فاضل و مستند ہونے کا اظہار و بیان کرتے ہیں وہ سیدنا صدر الافاضل مرادآبادی علیہ الرحمہ الصوام الہندیہ میں اور اپنی کتاب ''التحقیقات لدفع التلبیسات'' میں دیگر گستاخانہ کتابوں اور کفریہ عبارتوں کے ساتھ تحذیر الناس پر بھی حکم شرعی لگا چکے ہیں نیز جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے علما و مدرسین اور مفتیان کرام تحذیر الناس سمیت دیگر گستاخانہ کتابوں کی کفریہ عبارات پر فتاوی شرعیہ دے کر حسام الحرمین کی تائید و تصدیق کر چکے ہیں ایسی صورت میں حضرت صدر الافاضل مرادآبادی اور جامعہ نعیمیہ کے اکابر علما کے مقابلہ میں ازہری صاحب کی ذاتی ''شخصی اور انفرادی رائے تحذیر الناس میری نظر میں'' کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟ اور حضرت صدر الافاضل کے مقابلہ میں خود ان کا اپنا کیا وزن ہے؟

ایک اہم ضروری بات یہ ہے کہ تحذیر الناس کی اصل قدیمی کاپی جو مولوی قاسم نانوتوی کے زمانہ میں چھپی اس کو بعد میں کافی ترمیم اور ردوبدل کر کے چھپوایا گیا ہے مثلاً راشد کمپنی دیوبند کا چھاپہ دیکھ لیں، انارکلی لاہور کا چھاپہ دیکھ لیں، مکتبہ امدادیہ دیوبند کا چھاپہ دیکھ لیں اور گوجرانوالہ کا نیا ایڈیشن دیکھ لیں۔ اس کتاب کی متنازعہ عبارتیں بدل دی گئیں لہذا اگر اصل تحذیر الناس کی عبارات بے غبار تھیں تو انہیں کیوں بدلا گیا؟ اور دیکھئے تحذیر الناس کی قابل اعتراض عبارات کو جو مختلف النوع تاویلیں ''المہند، عقائد علمائے دیوبند، الشہاب الثاقب، معرکۃ القلم، عبارات اکابر'' وغیرہ کتب اکابر دیوبند میں بھی تحذیر الناس کی متنازعہ عبارات میں جی بھر کتر و بیونت اور تبدیلی کی گئی ہے حد تو یہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف تاویل کی، نہ صرف مفہوم بدلا بلکہ عبارات ہی بدل دیں۔ یہ سب خیانتیں کرم شاہ صاحب ازہری کی نظر سے کیوں اخفا میں رہیں؟

سب سے بڑھ کر اہم سے اہم تر اور خصوصی توجہ کی حامل یہ بات ہے کہ خود مسلمہ اکابر دیوبند میں کسی ایک نے بھی تحذیر الناس کے مندرجات اور متنازعہ عبارات کی تائید و حمایت نہ کی اس سنگین صورت حال کا یہ پہلو ازہری صاحب سے کیوں پوشیدہ رہا؟ جب وہ ''تحذیر الناس میری نظر میں'' لکھ رہے تھے تو ان پر لازم تھا کہ وہ تحذیر الناس کے بارے میں خود اکابر دیوبند اور نانوتوی صاحب کے معاصرین و معتمدین کی آرا اور ان کے تاثرات دیکھ لیتے تاکہ تحقیق کا فریضہ مکمل طور پر ادا ہو جاتا۔ اب ہم ذیل میں خود اکابر دیوبند کے وہ اقوال پیش کرتے ہیں کہ جو انہوں نے تحذیر الناس کے بارے میں بیان کئے۔

مولوی اشرفعلی تھانوی کا بیان: ''جس وقت سے مولانا (قاسم نانوتوی) نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا (نانوتوی) کے ساتھ موافقت نہیں بجز مولانا عبدالحئی صاحب کے'' (الافاضات الیومیہ جلد چہارم ص ۵۸۰ زیر ملفوظ ۹۲۷)

نوٹ: یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ تھانوی صاحب نے اپنی ناواقفیت و عدم معلومات کے باعث یہ تو لکھ دیا کہ بجز مولانا عبدالحئی کے کسی نے موافقت نہ کی مگر حیف صد حیف تھانوی کو مولانا عبدالحئی صاحب کی توبہ اور رجوع تک رسائی نہ ہوئی۔ انہوں نے تحذیر الناس سے وارفتگی کے باعث اس کی تحقیق و تفتیش کو اہمیت نہ دی۔ حالانکہ رسالہ ''اصلاح اغلاط قاسمیہ'' میں مولانا عبدالحئی کا تحذیر الناس کی تائید سے رجوع و توبہ مذکور و موجود ہے۔ ہمیں اختصار ملحوظ ہے ورنہ تفصیل و جامعیت سے تحریر کرتے۔ (میلسی)

سوانح قاسمی کی شہادت: مولوی حسین احمد صدر و شیخ الحدیث مدرسہ دیوبند اور مولوی قاری محمد طیب قاسمی سابق مہتمم مدرسہ دیوبند کی تائید و تصدیق سے چھپنے والی مولوی مناظر احسن گیلانی کی کتاب ''سوانح قاسمی'' میں صاف صاف لکھا ہے ''اسی (قاسم نانوتوی کے) زمانہ میں تحذیر الناس نامی رسالہ کے بعض دعاوی پر بعض مولویوں کی طرف سے خود سیدنا امام الکبیر (قاسم

نانوتوی) پر طعن وتشنیع کا سلسلہ جاری تھا" (سوانح قاسمی جلد اول ص ۳۷۰)

ایک دوسری جگہ تھانوی صاحب رقم طراز ہیں "اسی طرح جب مولانا محمد قاسم صاحب (نانوتوی) نے کتاب تحذیر الناس لکھی تو سب نے مولانا محمد قاسم صاحب کی مخالفت کی" (قصص الاکابر ص ۱۵۹، والقول الجلیل ص ۳۰ م نمبر ۲۰)

ازہری صاحب بھیروی مرحوم کی نظر سے یہ سب کچھ کیوں پوشیدہ رہا؟ اور تو اور خود مولوی انور شاہ کشمیری محدث دیوبند نے تحذیر الناس کے مندرجات پر جرح کروار کئے ہیں اور نانوتوی کا نام لئے بغیر استہزا اڑایا ہے (دیکھو فیض الباری شرح صحیح بخاری ص ۳۳۳/۳۳۴) اسی طرح قاسم نانوتوی صاحب کے ہم سبق وہم درس، استاذ بھائی اور ہم وطن مولوی محمد احسن نانوتوی دیوبندی نے کتاب "اثر ابن عباس" اور تحذیر الناس کی قابل مواخذہ عبارات سے توبہ ورجوع بھی کیا تھا۔ (کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۸۸/ مصدقہ مفتی محمد شفیع دیوبندی)

اس قسم کے متعدد حوالہ جات مزید نقل کئے جاسکتے ہیں مگر اختصار مانع ہے۔

جناب ازہری صاحب بھیروی تو آج تحذیر الناس کے مندرجات کو "اپنی نظر میں" دیکھ رہے ہیں حالانکہ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کے معرض وجود میں آنے سے بہت پہلے اکابر علماءِ ہندوستان تحذیر الناس کے رد میں مندرجہ ذیل متعدد رسائل تحریر فرما چکے تھے ملاحظہ ہوں۔

☆ تحقیقات محمدیہ حل اوہام نجدیہ ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء ☆ تنبیہ الجہال ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۵ء ☆ الکلام الاحسن، قول الفصیح، افادات صمدیہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء ☆ ابطال اغلاط قاسمیہ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء ☆ کشف الالتباس، قسطاس فی موازنہ اثر ابن عباس، فتوی بے نظیر، الغرض تحذیر الناس کے مندرجات کے رد میں سولہ (۱۶) رد وجواب معلوم ومعروف اور مشہور ومحقق ہوکر شائع ہو چکے ہیں۔

اس کے باوجود پیر کرم شاہ ازہری صاحب کا "تحذیر الناس میری نظر میں" نامی کتاب کا لکھنا چہ معنی دارد؟ یہ کتاب تحریر کرتے وقت ازہری صاحب موصوف کو تحذیر الناس کے رد میں لکھی جانے والی اپنے اور غیروں کی کتابوں کو مدنظر رکھنا چاہئے تھا ساتھ ہی ساتھ یہ دیکھنا چاہئے تھا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تعلق سے لکھی جانے والی قاسم نانوتوی کی ایک عبارت وہ ہے کہ جس پر کفر کلامی کا فتوی علمائے حرمین طیبین جاری فرما چکے ہیں اس لئے اہلسنت کے عوام وخواص سے میری گزارش ہے کہ "تحذیر الناس میری نظر میں" اس کتاب پر اعتماد نہ کریں بلکہ اس سلسلہ میں صرف علمائے حرمین شریفین اور دیگر اکابر علمائے اہلسنت خصوصاً سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتووں پر عمل کریں۔

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

آپ کا ہر دلعزیز محبوب رسالہ "ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف" جو قرآن واحادیث کا آئینہ، نعت ومنقبت کا گلدستہ اور معلومات کا خزانہ لیکر حضور صاحب سجادہ کی شاندار وکامیاب ادارت کے ساتھ ہر ماہ پابندی سے مرکز اہلسنت بریلی شریف سے شائع ہو رہا ہے۔ آپ خود بھی پڑھیں اور اپنے احباب ومتعلقین کو بھی اپنے مطالعہ کی میز پر سجانے کیلئے ترغیب دلائیں۔

(ادارہ)

اعلیٰ حضرت بحیثیت مجدد قادریت

(تیسری اور آخری قسط)

سلسلہ عالیہ قادریہ کے فروغ وارتقا میں امام اہلسنت اور خانوادۂ رضویہ کے اہم کردار کو بیان کرتی ایک فکر انگیز تحریر

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر بدایوں

اب آئیے منزل پہ ہم:

چونکہ ہمارے مقالے کا عنوان ہے امام احمد رضا کے حوالے سے قادریت کا فروغ وارتقا اب ہم درجہ بدرجہ اس عنوان کی تکمیل پر پہونچ چکے ہیں میرے سامنے "حدائق بخشش" ہے شروع سے آخر تک اس کا مطالعہ کر لیجیے زیادہ تر منقبت کے اشعار حضرت سیدنا غوث اعظم کی شانِ پاک میں کہے گئے ہیں اس کے علاوہ نعت میں بھی منقبت کے اشعار پائے جاتے ہیں آپ نے جس مسرت و شادمانی کی خوش گوار اور عنبر زار ماحول میں شاعری کی ہے وہ صرف آپ کا حصہ ہے ایسا ماحول اسی وقت تشکیل پاتا ہے جب پاکیزہ جذبات کی دھیمی دھیمی آنچ دلوں کو پگھلاتی ہے اور اس کی سوزش سے فکر وشعور گداز کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں ایسی شاعری ذہنوں کو متاثر کرتی ہوئی دلوں میں اتر جاتی ہے یہی کچھ حال امام احمد رضا کی شاعری کا ہے ذیل میں غوث اعظم کے تعلق سے چند اشعار پیش کئے جارہے ہیں۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

ان اشعار کا فکری تناظر میں مطالعہ کریں ان میں معنویت تہہ در تہہ بچھی ہوئی ہے اور فکر وشعور کے غنچہائے رنگ برنگ کھلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ان اشعار کے مطالعہ سے قارئین اپنے دلوں میں وہ کیفیت تو طاری نہیں کر سکتے جو شاعر کے دل پر طاری ہوتی ہے مگر اس کی جھلک سے ہر ایک قاری متاثر ضرور دکھائی دیتا ہے امام احمد رضا نے ان اشعار میں "مرتبہ" سے "روحانی مرتبہ" مراد لیا ہے مگر اس روحانی مرتبہ کو سمجھنا سب کے بس کی بات نہیں اسی لئے امام احمد رضا نے اس کی تفہیم کے لئے محسوسات میں سے "سر" اور "قدم" کا سہارا لیا کہ جسمانی پیکروں میں "سر" ایک ایسا "عضو" ہے جو تمام اعضا میں سب سے زیادہ بلند وبالا ہوتا ہے یہ ایک ایسا ضابطہ ہے جو ہر ایک سر پر یکساں صادق آتا ہے اس کے صادق آنے میں قد و قامت کے ڈیل ڈول اور اس کی اونچائی سے کوئی فرق نہیں پڑتا کوئی بہت زیادہ لمبا ہے تو اس کا سر بھی سب سے زیادہ بلند ہے اور اگر کوئی پست قد ہے تو اس کا بھی سر بلند ہے ٹھیک اسی طرح حضور سیدنا غوث اعظم کا سر مبارک بلند ہے اور اس قدر بلند ہے کہ اونچے سروں والوں سے آپ کا قدم اعلیٰ ہے جب آپ کا قدم اعلیٰ ہے تو..... پھر کوئی ان کے قدم تک کس طرح پہونچ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اولیا ان کے مبارک تلووں سے اپنی آنکھیں ملتے رہ گئے اور ان میں سے کوئی ان کے قدم تک نہ پہونچ پایا تو بھلا ان کے سرِ مبارک تک کون پہونچ سکتا ہے اور کوئی ان کے سر تک رسائی حاصل کرنے کی کیونکر جرأت کر سکتا ہے؟ امام احمد رضا نے ان دو شعروں میں برتریت، بلندی، فوقیت اور اعلی ہونے کا جو نظریہ پیش کیا وہ بہت زیادہ اہم ہے اور قادریت کے فروغ میں بڑا اہم رول ادا کر رہا ہے کہ اس نظریہ کے ہوتے ہوئے کوئی بھی سلسلہ، قادری سلسلہ کے معیار تک نہیں پہونچ سکتا ہے یہ نظریہ صرف امام احمد رضا تک محدود نہ رہا بلکہ اس کی گونج دور دور تک سنائی دیتی ہے جس کی وجہ سے قادیت وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی اور یہ سلسلہ ہر طرف پھیلتا چلا گیا اور قادریت کے چاہنے والے بھی بڑھتے چلے گئے۔

امام احمد رضا اسی منقبت میں کثرت سے استعارے لائے ہیں اور کثیر تعداد میں علامتیں بھی لائے ہیں ذیل میں کچھ علامتوں کا ذکر کیا جارہا ہے

اے خضر رمجمع بحرین رعروس قدرت رمرے دولھا رنبوی میٹھ رعلوی فصل ربتولی گلشن رنبوی ظل رعلوی برج ربتولی منزل رحسنی چاند رنبوی خور رعلوی کوہ ربتولی معدن رحسنی لعل رحسینی تجلی ر... یہ وہ علامتیں ہیں جو تخیل کو اپیل کرتی ہیں اور فکر وشعور کو بروئے کار لانے پر مجبور کرتی ہیں کوئی بھی انسان اس بات کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ ان استعاروں رعلامتوں کے پس منظر جو شخصیت پائی جاتی ہے وہ انمول ہے، نادر ونایاب ہے، ایسی شخصیت بے بہا ہوتی ہے درعدن اور لعل یمن بھی اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتے۔ ان علامتوں کے لانے کیا مقصد ہوسکتا ہے؟ یہی نا کہ عوام وخواص غوث پاک کی شخصیت کو اچھوتی اور انوکھی تصور کرے اور پھر اس تصور کے سہارے قادریت کی طرف اپنی پیش قدمی کو جاری رکھ سکیں اس بنیاد پر اگر امام احمد رضا کو ''مجدد قادریت'' سے موسوم کریں تو اس میں کوئی غلط بات نہ ہوگی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سرکار اعلیٰ حضرت اس لقب کے صحیح معنیٰ میں مستحق ہیں سرکار اعلیٰ حضرت نے اس کے بعد اپنے ممدوح یعنی غوث پاک کے کمالات اور ان کی خوبیوں کا تذکرہ کیا امام اہل سنت فرماتے ہیں:

بحر وبر شہر وقری سہل وحزن دشت وچمن
کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعوی تیرا

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک علاقہ پر آپ کا دعوی ملکیت ہے سمندر ہوں یا خشک علاقے آسان زمینیں ہوں یا دشوار تر ہوں جنگلات ہوں یا چمن زار سبھی آپ کے زیر حکومت ہیں اور ہر جگہ کے اولیا مشائخ آپ کے مطیع وفرماں بردار ہیں۔ جب ان بڑے بڑوں کا یہ حال ہے وہ حضرت سیدنا غوث پاک کے مطیع ہیں تو پھر ہمہ شما کی کیا حیثیت؟ کہ وہ ان سے دوری بنائے رکھے اسی تصور نے سبھی افراد کو ان سے منسلک کر دیا اور سیدنا غوث پاک کی غلامی کے شرف سے سب کو مشرف کر دیا اسی نقطہ سے قادریت کی توسیع ہورہی ہے اور زبردست کشادگی پیدا ہورہی ہے کیا ہم اس تصور کو امام احمد رضا کی ذات وشخصیت سے الگ کر سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں اسی لئے میں امام احمد رضا کو اس تصور کا ایک اہم رکن سمجھتا ہوں۔

مزرع چشت وبخارا وعراق واجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا

ان اشعار سے جہاں سرکار غوثیت کی ولایت عامہ ثابت ہوتی ہے وہیں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ہر ایک سلسلہ میں جو قوت نمو پائی جاتی ہے وہ بھی صدقہ ہے سیدنا غوث پاک کا کہ انہیں کا جھالا ہے جو سب پر برس رہا ہے اور اسی سے سب مستفیض ہورہے ہیں یہی سبب ہے کہ سارے اقطاب جہاں اور تمام اولیائے کرام خواہ وہ قبل کے ہوں یا بعد کے سب کے دلوں میں ان کا ادب پایا جاتا ہے اور سبھی ان کی تعظیم بجالاتے ہیں میں پوچھنا چاہتا ہوں کیا یہ تجدید قادریت اور توسیع قادریت نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے امام احمد رضا نے توسیع کے اس نظریہ کو صرف نظریہ تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ اسے عملی صورت میں پیش کیا خود بھی اس پر عمل کیا اور اس پر عمل کرنے کی اوروں کو بھی دعوت دی امام احمد رضا نے یہ بات بھی ثابت کر دی کہ قادری سلسلہ'' جامع السلاسل'' ہے ہر سلسلہ میں اس کی بہاریں موجود ہیں کوئی بھی سلسلہ اسی سلسلہ سے اعتبار اور وقار پاتا ہے اس کی تابشیں اور اس کی چمک دمک اور تمام تر رعنائیاں ہر ایک سلسلہ میں پائی جاتی ہیں اسی سلسلہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے کہ یہی بنیاد واساس ہے جو اس سے انحراف اختیار کرتا ہے وہ سلسلہ سوخت ہوجاتا ہے اور سوکھے پیڑ کی مانند صرف اس کا ڈھانچہ باقی رہ جاتا ہے نہ اس پر ہرے بھرے پتے دکھائی دیتے ہیں اور نہ ہی کوئی کھٹا یا میٹھا کوئی پھل رہتا ہے کہ جسم سے جب قوت نمو کشید کر لی جائے تو اس میں کیا باقی رہ جاتا ہے؟ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس سلسلہ کی صیانت کی

جائے اسکے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے امام احمد رضا نے زمانہ کے حالات کے پیشِ نظر اس کی کوشش فرمائی اور اس کوشش میں آپ کامراں بھی ہوئے اس بنیاد پر اصولی انداز میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ ہر خانقاہ اور ہر سلسلہ کی ضرورت کا نام ہے امام احمد رضا محدث بریلوی۔۔امام احمد رضا نے جو بھی کام کیا جو خدمات انجام دیں انمیں ان کا خلوص تھا، انکا پیار تھا، شگفتگی تھی۔

اسی خلوص و پیار نے امام احمد رضا کو "مجدد قادریت" کے منصب پر فائز کردیا اس منصب کے تعلق سے جو تقاضے ان کے سامنے آئے انہوں نے اسے پورا کیا اور نہایت ہی خوبصورتی سے اسے پورا کیا اور سیدنا غوث پاک کی ایسی مدح سرائی کی بڑے بڑے نامور ادیب و شاعر ان سے بہت پیچھے رہ گئے اور پھر ان میں ان کے ساتھ چلنے کی طاقت و توانائی بھی باقی نہ رہی ذیل میں مدح سرائی کے چند نمونے پیش کئے جارہے ہیں جن کے مطالعہ سے آپ حیرت و استعجاب میں پڑ جائیں گے اسکی وجہ یہ ہے کہ امام احمد رضا فاضلِ بریلوی نے یہ شاعری اپنی ذوقِ طبع یا تلذذِ فن کے اعتبار سے نہیں کی بلکہ اس کے پسِ منظر ایک عظیم مقصد تھا اسی لئے امام احمد رضا شعری تقاضوں کے پابند نہ رہے بلکہ انہوں نے شاعری کو اپنے مقاصد جلیلہ اور فوائد عظیمہ کے تابع کردیا وہ مقصد اپنے پیغام عشق کو گھر گھر تک پہونچانا ہے اور قادریت کے فروغ وارتقا کو پایہ تکمیل تک پہونچانا ہے امام احمد رضا یہ چاہتے تھے کہ ہندوستان کے سبھی لوگ اپنے بزرگوں اور اپنے اسلاف کے نقوشِ قدم کی پیروی کریں اور خانقاہوں سے جڑے رہیں اور معمولات اہل سنت پر قائم رہیں تاکہ عشق کا فیضان جاری وساری رہے اسی مقصد کے تحت آپ نے سرکار قادریت کی بارگاہ میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا اور پھر اس کے ہر ایک شعر و مصرعہ میں تاثیری کیفیت کی تمام تر توانائیاں پیدا کردیں ان توانائیوں میں یہ چیزیں شامل ہیں:

الف: اصلیت: اس سے مراد یہ ہے کہ شاعری میں جو جذبہ یا خیال پیش کیا جائے وہ اصلیت اور واقعیت پر مبنی ہو یعنی اس جذبہ یا خیال کا جو بھی صحیح رنگ و روپ اور صحیح خدوخال ہوں بعینہ وہی پیش کردیئے جائیں اس میں کسی طرح کے غلو اور افراط سے کام نہ لیا جائے کہ اردو شاعری میں اس طرح کے جذبات جو افراط پر مبنی ہوتے ہیں وہ رد کردیئے جاتے ہیں۔

جس شاعری میں تفریط پائی جاتی ہے وہ شاعری کسی دور میں پسندیدہ نہ رہی ہے یہ بات روز روشن کی مانند واضح ہے کہ امام احمد رضا کی شاعری میں نہ افراط پایا جاتا ہے اور نہ ہی تفریط کی ان کے یہاں کوئی گنجائش ہے کیونکہ انہوں نے شاعری کا استعمال شاعری کی حیثیت سے نہیں کیا بلکہ اسے ذریعۂ اظہار کے طور پر استعمال کیا ہے اعلیٰحضرت خود ارشاد فرماتے ہیں۔۔کہ

بس خامۂ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشادِ احبا ناطق تھا ناچار اِس راہ پڑا جانا

اس شعر میں امام احمد رضا نے صاف طور پر یہ بات واضح فرمادی کہ شاعری نہ میری طرز ہے اور نہ ہی میرا رنگ ہے بلکہ دوستوں کا دل رکھنے کے لئے مجبوراً اس راہ پر چلنا پڑا اور اسے اپنانا پڑا کیا یہ رویہ صرف اسی مورد کے ساتھ خاص ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ہر ایک مدعا کو پیش کرنے کے لئے اسے اپنایا تاکہ اپنے سامعین کے دلوں میں ترغیب اور ذوق وشوق نمایاں کرسکیں اور کسی موضوع کے تعلق سے ان کے دلوں میں نرم رویہ پیدا کرسکیں چونکہ یہاں مقصد خوشگوار فضاؤں میں اپنے پیغامات کو گھر گھر پہونچانا ہے اسی لئے آپ نے بغیر کسی تصنع کے اپنے جذبات اور خیالات ہم جیسے ناقص علم والوں کے سامنے رکھ دیئے۔

ب: سادگی ہر دور میں پسندیدہ رہی ہے بعض موقعوں پر سادگی وہ کام کرجاتی ہے جہاں تصنع اور تکلف کام نہیں کرپاتا شاعری اگرچہ مرصع سازی اور نگینہ جوڑنے جیسا دشوار کام ہے مگر سادگی فطری زیب و زیبائش ہے اس لئے وہ اثر اندازی اور سحر انگیزی میں کچھ زیادہ ہی رول ادا کرتی ہے یہی سبب ہے اردو ادب وتنقید میں اس کی اہمیت زیادہ ہے اور کیوں نہ ہو کہ سادگی فطرت کی عکاس اور قدرت کی

صنعت کاری کا آئینہ دار ہوتی ہے میرے اور آپ کے امام سیدنا اعلیٰ حضرت نے اس سادگی سے پورے طور پر کام لیا ہے آپ کی تمام شاعری میں یہی وصف غالب ہے البتہ جہاں بدائع و صنائع کی ضرورت محسوس ہوئی آپ نے ان کا بھی استعمال کیا اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جن لوگوں نے ان کی شاعری سے لطف و مزہ اٹھایا ہے وہ اس سے بخوبی واقف ہوں گے اور اس پر دو دو چار کی طرح یقین رکھتے ہونگے۔

ج: اسلوب یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ہر شاعر کا الگ الگ اسلوب ہوا کرتا ہے اور ہر ایک کی شاعری کا جداگانہ انداز ہوا کرتا ہے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شاعری کا بھی ایک الگ اسلوب ہے اور سب شاعروں کی طرح ان کا بھی ایک الگ انداز ہے جو نادر بھی ہے اور نایاب بھی، اچھوتا بھی ہے اور شگفتہ بھی، یہ ان کا اپنا اسلوب ہے جس کے وہ خود موجد بھی ہیں اور خاتم بھی بعد کے شاعروں نے اسے اپنانے کی کوشش کی ہے اور کر بھی رہے ہیں اس کے باوجود یہ شعرا پورے طور پر اس اسلوب کی پیروی نہ کر سکے یہ اسلوب اس قدر کامیاب ہوا کے ان کے زمانہ سے لے کر اب تک ان کی شاعری گنگنائی جارہی ہے ان کا لکھا ہوا سلام پڑھا جارہا ہے اور ان کے منقبتی اشعار بھی نہایت ہی ذوق و شوق سے پڑھے جاتے ہیں ارباب ذوق ان اشعار کو سن سن کر محظوظ ہو رہے ہیں اس شاعری کو وجود میں آئے ہوئے پون صدی گزر جانے کے باوجود اس کی تاثیری کیفیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی جو اس بات کی واضح علامت ہے کہ میرے امام کا اسلوب شعر و سخن مقبول ترین اسلوب ہے جو اب تک نہ میلا ہوا ہے اور نہ ہی کبھی میلا ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس اسلوب کے پسِ منظر ان کا خلوص ہے، ان کی محبت ہے، ان کا پیار ہے اور ان کا سوز قلب ہے جو پورے طور پر لفظوں کے پیکر میں ڈھل گیا ہے نیز اس کے ایک ایک روزن سے جھانکتا ہوا دکھائی دیتا ہے ان ہی تینوں یعنی ''اصلیت'' ''سادگی'' اور ''نادر و نایاب اسلوب کے آپسی تال میل اور حسنِ امتزاج کے سبب ان کی شاعری کو پُر تاثیر بنا دیا اور اس کی سحر انگیزی کو کہیں سے کہیں تک پہونچا دیا اسی پاکیزہ شاعری کے ذریعہ امام احمد رضا نے حضرت سیدنا غوث پاک کی مدحت سرائی کی ان کے شخصی اوصاف اور انفرادی امتیازات نیز کرشمائی کمالات اس طرح واضح فرما دیئے کہ اس کے سنتے ہی ہر ایک دل میں ان کی محبت نے اپنی جگہ بنالی اور پھر وہاں سے قلب کی گہرائیوں میں جا بسی اسی لئے آج ان سے منسلک افراد اپنے گلے میں ان کی محبت کا طوق ڈالے ہوئے ہیں نہ صرف ڈالے ہوئے ہیں بلکہ اس طوق غلامی پر فخر و مباہات کا اظہار بھی کر رہے ہیں اور اسی کو اپنے لئے سرمایۂ آخرت بنائے ہوئے ہیں میں سمجھتا ہوں لوگوں میں اس طرح کا ذوق و شوق اور ترغیبی کیفیت بھی امام احمد رضا کی کوششوں کا اثر و نتیجہ دکھائی دیتا ہے خود امام احمد رضا نے اس نظریہ کی وضاحت اس طرح فرمائی آپ تحریر کرتے ہیں کہ

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

دیکھئے یہ نظریہ کتنا وسیع نظریہ ہے جس نے قادریت کو بھی وسیع کر دیا اور پھر اسے دور دور تک پھیلا دیا اس بنیاد پر امام احمد رضا کو ''مجدد قادریت'' کہنا نہ صرف جائز و درست ہے بلکہ میرا امام اس لقب کا صحیح معنی میں مستحق ہے اور ان ہی کی شخصیت پر یہ لقب جچتا بھی ہے میں اپنے اس مقالہ کے آخر میں امام احمد رضا کے چند اشعار پیش کر رہا ہوں جن میں پُر تاثیر شاعری کے تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں۔

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا
سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر، ڈوبے
افقِ نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

☆☆☆

اور محبوب ہیں، ہاں پر کبھی یکساں تو نہیں
یوں تو محبوب ہے ہر چاہنے والا تیرا

تاجِ فرقِ عرفا کس کے قدم کو کہئے
سر جسے باج دیں وہ پاؤں ہے کس کا تیرا

☆☆☆

اس پہ یہ قہر کہ اب چند مخالف تیرے
چاہتے ہیں کہ گھٹادیں کہیں پایہ تیرا
عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں ، اسے منظور بڑھانا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے
کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا
حق سے بد ہو کے زمانے کا بھلا بنتا ہے
ارے میں خوب سمجھتا ہوں معما تیرا

یہ اشعار آپ کے سامنے ہیں ان پر غور کریں اور پھر تجزیہ کریں کہ ان میں تاثیری کیفیت کے تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں یا نہیں؟ اور اس بات پر بھی اپنی توجہ مبذول کریں کے ان اشعار کا ''تجدید قادریت'' اور اس کی توسیع سے کس حد تک تعلق ہے؟ مذکور بالا اشعار کے تعلق سے اپنی سوچ کا زاویہ بدلنا ہوگا۔ اسے ضرورت و ماحول اور زمانہ کے بدلتے ہوئے مزاج تک وسیع کرنا ہوگا قاری اور سامع دونوں کے حوالہ سے ایک سادہ سا تاثر یہی سامنے آتا ہے کہ یہ اعلیٰحضرت کی لکھی ہوئی نعت و منقبت ہے اسے پڑھئے سنئے اور آگے بڑھ جایئے۔ یہ تاثر ہے اور ضرور ہے مگر سائنس کے اس انقلابی دور میں اس تاثر کی کوئی اہمیت نہیں ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس تاثر کو ان رشتوں سے منسلک کر کے دیکھئے جہاں سے اس تاثر کو جاں بخش حیات مل سکتی ہے وہ رشتے ضرورت اور ماحول ہیں یہ شاعری اس وقت وجود میں آئی جب استعماریت پوری طرح شباب پر تھی، برطانوی مزاج سے ہم آہنگ مزاج اپنے پاؤں پورے ہندوستان میں پسارے ہوئے تھے، اپنے خونی پنجوں سے خوش اعتقادی کو نچوڑ رہے تھے مسلمانوں کے دلوں سے عشق و محبت، خلوص و پیار اور بزرگوں کے تعلق سے حسن عقیدت نکال باہر کرنا چاہتے تھے اس طرح یہ قوتیں مسلمانوں کو سوکھے ہوئے پتوں کی مانند بے وقار اور بے وزن کر دینا چاہتی تھیں اگر امام احمد رضا چاہتے تو ان حالات سے چشم پوشی اختیار کر سکتے تھے مگر انہوں نے قطعی ایسا نہیں کیا اس لئے کہ انہیں قوم کی امامت اور ملت کی پیشوائی کی ذمہ داری نبھانی تھی۔ وہ اور لوگ ہوا کرتے ہیں جو حالات سے چشم پوشی کر کے صرف اپنی دنیا میں مست رہتے ہیں، جاں بخش جام و جرعات پیتے رہتے ہیں اور پھر تلخیٔ کام و دہن سے کوئی رشتہ نہیں رکھتے۔ میرا امام آگے بڑھا اور قیادت کی باگ ڈور کو اپنے مقدس ہاتھوں میں تھام لیا قلم و دوات سنبھال لئے اور پھر تحفظِ ناموسِ رسالت، صیانت عشق و محبت، تحفظ عظمت اولیا، تحفظ خانقاہ، تجدیدِ قادریت اور توسیعِ برکاتیت کی ایسی تحریک چلائی کہ اس کے اثرات بہت دور دور تک جا پہونچے اور ہر ایک مسلمان اس کے خوشگوار اثرات کے سبب اپنے قلب و جگر میں ٹھنڈک محسوس کرنے لگا اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ حضور سیدی آل رسول احمدی علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا کو اپنے خدا کے سپرد کیا کہ ان کی ہر تحریک، ان کے اصول و نظریات اور ان کا مسلک کامیاب و کامران ہو گئے ان ہی کی تحریک کا یہ خوشگوار اثر ہے کہ آج خانقاہیں آباد ہیں اور مدارس و مکاتب برقرار ہیں اور ہم جس طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھتے ہیں عشق و محبت اور خوش اعتقادی کی بہاریں نظر آتی ہیں جب تک یہ سرسبز شادابی، ہری بھری وادیاں، اور لہلہاتے کھیت کھلیان رہیں گی امام احمد رضا کی یادیں تازہ ہوتی رہیں گیں کیونکہ میرا امام ان افراد و شخصیات میں نمایاں طور پر شامل تھا کہ جن کے بارے میں کسی شاعر نے کہا تھا۔ کہ

مدت کے بعد ہوتے ہیں کہیں پیدا وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

امام عالی مقام اور سرکار غوث اعظم کا

دعوتی اسلوب

سیدنا امام عالی مقام اور سیدنا سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دعوتی اسلوب کے تناظر میں معاصر داعیان اسلام کو دعوت فکر دیتی ایک اثر انگیز تحریر

مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی [علیگ]

استاذ گرامی حضرت مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی کا شمار جماعت اہلسنت کے ان نوجوان محققین میں ہوتا ہے جو دینی وعصری تعلیم کے "مرج البحرین" ہیں۔ آپ ایک باصلاحیت فاضل، جزئیات فقہیہ پر گہری نظر رکھنے والے تجربہ کار مفتی، ماہر مدرس پختہ مشق قلم کار، لائق صد افتخار مصنف، مشہور ومعروف محقق، بلند خیال فنی شاعر، عربی، فارسی اور اردو کے انشا پرداز ادیب ہونے کے ساتھ اردو، ہندی، عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی زبان وادب میں یکساں مہارت رکھتے ہیں۔ جامعہ اشرفیہ سے عالمیت، فضیلت اور تخصص فی الفقہ کرنے کے بعد کئی سال وہیں تدریس وافتا کی اہم ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دیں لیکن دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی للک وتڑپ آپ کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لے آئی جہاں آپ نے ایم اے عربی کرنے کے بعد علامہ فضل حق خیر آبادی پر پی ایچ ڈی کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ عربی زبان میں آپ کا یہ مقالہ ڈاکٹریٹ علوم وفنون اور تحقیق وتدقیق کا گراں قدر گلدستۂ رنگا رنگ ہے۔

"فتاویٰ ملک العلما" کی ترتیب، تحقیق، تخریج اور تقدیم، عربی زبان وادب کی تاریخ پر "عرفان ادب"، "متنبی پر "متنبی ایک تحقیقی مطالعہ"، مسلم یونیورسٹی کے ایم اے عربی میں داخل نصاب عربی نظموں کا اردو ترجمہ وتشریح "کاشف الاستار" شریف فارسی کا اردو ترجمہ، شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن ایک تنقیدی وتحقیقی جائزہ، النور والبہا کا ترجمہ، شاہ غیاث الدین شریفی حیات وخدمات، محدثین کرام کے اخلاق کریمانہ، صادق شہسرامی حیات اور شاعری وغیرہا درجنوں کتابیں آپ کے قلمی شاہکار اور آپ کی تصنیفی وتحقیقی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں اس کے علاوہ ہند وپاک سے نکلنے والے متعدد رسائل وجرائد میں عصری تقاضوں سے ہم آہنگ آپ کے مقالات ومضامین سے عوام وخواص یکساں طور پر آئے دن استفادہ کرتے رہتے ہیں۔

مورخہ ۹/۱۰ اکتوبر کو آپ کا قیام مرکز اہلسنت بریلی شریف میں رہا راقم اور مولانا محمد ظہور الاسلام سے گفتگو کے درمیان "ماہنامہ اعلیٰ حضرت" کے عروج وارتقا پر بات چل پڑی تو لگے ہاتھوں ہم دونوں نے ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے لئے قلمی تعاون دینے کے لئے آپ کو آمادہ کرلیا۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ قارئین ماہنامہ اعلیٰ حضرت ہر ماہ جماعت اہلسنت کے اس قابل فخر محقق کی تحریروں سے خوب خوب استفادہ کریں گے۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت استاذ مکرم کو نظر بد، آسیبی خلل سے محفوظ رکھے اور انہیں مکمل شفا وصحت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم۔ (محمد سلیم بریلوی)

اسلام دعوت واصلاح کا پیامبر ہے جس کی بنیاد حکمت اور خوش اسلوب موعظت پر رکھی گئی۔ آقائے دو جہاں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حکیمانہ تفہیم اور اپنے دلکش اخلاق سے دلوں کی دنیا فتح کی اور ان میں ایمان کے جگمگاتے آفتاب روشن کئے۔ آپ نے اس جہان رنگ وبو کی ظاہری محفل کو الوداع کہا تو کفر کی تاریکیوں کے بال وپر پھر نکل آئے۔ ارتداد کا ایک سلسلہ چل نکلا لیکن آپ کے جانشین اکبر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یامردی اور استقامت کے جذبوں سے لبریز مساعی جمیلہ نے اسلام کو سنبھالا دیا اور پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اسلام کی نورانی شعاعیں بحر وبر کی وسعتوں میں پھیل گئیں۔ حضرت عثمان غنی اور سیدنا مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا دور خلافت شورشوں اور فتنہ سامانیوں کی نذر رہا، جس کا نقطۂ اخیر بدبخت یزید کی ازلی شقاوتوں اور ۶۱ھ میں دنیا کے المناک ترین حادثہ "سانحۂ کربلا" کی شکل میں نمودار ہوا۔ خلافت کے بعد امارت نے رنگ جمایا۔ اموی اور عباسی دور حکومت اسلامی تاریخ میں روشن اور تاریک دونوں قسم

کے نقوش رکھتا ہے۔ اس دور کی روشنی تو یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں تقریباً اسی ممالک شامل ہو چکے تھے اور علوم وفنون کی تدوین نے حضرت مولائے کائنات کے دور میں جو سنگ بنیاد رکھا تھا وہ اب خوبصورت عمارات کی شکل میں تبدیل ہو چکا تھا۔ حدیث و تفسیر، نحو وصرف، بلاغت وادب، فقہ اور اصول کے بنیادی مصادر اسی دور کی شاندار یادگار ہیں۔ وسائل حیات کی فراوانی اور مادیت کی بڑھتی قدروں نے انسانوں کو خوش عیش اور پر تکلف بنا دیا تھا لیکن ان پھولوں کے گرد کئی بڑے نوکیلے اور چبھتے کانٹے بھی تھے جن کی ٹیس آج بھی ہر حساس دل میں محسوس ہوتی ہے۔ تخت حکومت کے لیے خون مسلم کی ارزانی جتنی اس دور میں ہوئی اس کی نظیر کم نظر آتی ہے۔ مادی وسائل کی وسعتوں نے دلوں کو دین سے دور اور دنیاوی ہوس کاریوں سے قریب تر کر دیا تھا۔ ذہنوں میں سازشوں اور فتنوں نے رنگ جما لیا تھا۔ عیش وطرب کی محفلیں آباد اور دینی قدریں پامال ہو رہی تھیں۔ امرا عیش کیشیوں میں مصروف، علما حرص وآز کے اسیر اور تملق کی رذالت میں ڈوبتے جا رہے تھے۔ صوفیا اور زہاد ریاکاری کی دلدل میں دھنس چکے تھے۔ خودسری اور سرکشی فکری وطیرہ اور تصادم وخون ریزی انسانی مشغلہ بن چکی تھی۔ طوائف الملوکی کے اس دور میں اسلام دشمن طاقتوں نے بھی اپنے انتقامانہ حوصلے نکالنے شروع کر دیئے۔ طرح طرح کے عقائد مسلمانوں پر تھوپے گئے۔ نصب، خروج، رفض، اعتزال، باطنیت اور قرامطہ کے درماندہ گروہ بھی اسی دور کی یادگار ہیں۔ یہودیت اور عیسائیت سے معرکہ آرائیوں کا سلسلہ چل پڑا تھا۔ اس دور کے اخیر مرحلے میں ایک ہادی امت، محسن ملت اٹھا اور اپنے نفسان سوختہ سے اسلام کے ٹمٹماتے چراغ کی لویں تیز کر گیا۔ اسلامی قدریں پھر سے زندگی کی حرارتیں لے کر اٹھیں اور آفاق وانفس کی وسعتوں پر چھا گئیں، اس کی جاں بخش صداؤں نے دلوں کی خوابیدگی کو بیداری بخشی، بہکی فکروں کو صحیح سمت عطا کی، جبر واستبداد میں پستی انسانیت نے چین کی سانس لی، اسلام کی سونی بزم میں آراستہ ہوئیں، غبار میں اٹے تصوف کے چہرے پھر شفاف ہو گئے، اسلام کا روئے زیبا ایمان کی چاندنی میں نکھر گیا۔ اسی ذات گرامی کو دنیا شیخ الاسلام، محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتی ہے جنہوں نے اپنے جد کریم سیدنا امام حسن مجتبیٰ اور سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قدم بہ قدم چل کر اسلام کی ڈوبتی نبض کو زندگی کی حرارتیں بخشیں۔

ہم پہلے دونوں بزرگوں کے پاکیزہ اوراق حیات کے اجمالی مطالعے سے اپنی فکر کو تازگی بخشتے ہیں پھر ایک نگاہ ان حضرات کے مشترکہ دعوتی اسلوب پر۔

حضرت امام حسین :سیدنا امام حسین (ولادت ۵/شعبان ۴ھ بروز منگل) سیدنا مولائے کائنات کے بتولی شہزادوں میں منجھلے شہزادے ہیں۔ آپ کی ولادت اقدس کے بعد حضور نے آپ کے کانوں میں اذان واقامت کہی، ساتویں دن مینڈھے پر عقیقہ کیا اور ''حسین'' جیسا خوبصورت نام تجویز فرمایا۔ سات سال تک آغوش نبوت کی سراپا فیض آغوش تربیت میسر رہی اور خاتون جنت سیدتنا فاطمہ زہرا اور امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کو پروان چڑھایا اس لیے آپ کی ذات گرامی جمال وجلال اور عادات خوش خصال کا مجموعہ تھی۔ پیشانی نور اس قدر درخشاں تھی کہ لوگ اس کی روشنی میں راستہ پالیا کرتے تھے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس گرامی شہزادے سے جیسی شفقت اور جیسا پیار کا معاملہ رکھتے تھے وہ بے نظیر تھا۔ شانہ نبوت آپ کی سواری بنا، نماز کی حالت میں آپ کی خاطر حضور نے سجدے دراز فرمائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے امام حسین کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعاب دہن اس طرح چوستے دیکھا جس طرح کھجور چوستے ہیں۔ حضور نے ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان کے بغض کو اپنے بغض کا علامتی نشان قرار دیا۔ جوانان جنت کی سرداری کا امتیاز بخشا اور جنت کے پھول سے تشبیہ عطا کی۔ آپ کا مچلنا بھی حضور پر

شاق گذرتا، تقریباً سات سال آپ کو آغوش نبوت میسر آئی لیکن اس ننھی سی عمر میں بھی شعور اتنا بالغ ہو چکا تھا کہ نانا جان کے پاکیزہ کلمات محفوظ رکھتے۔ چنانچہ کئی احادیث مبارکہ آپ سے مروی ہیں۔ جسم مبارک حضور سے خاصا مشابہ تھا۔ کہتے ہیں کہ سیدنا امام حسن سینے تک اور امام حسین سینے سے پاؤں تک سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ پیارے آقا سے دونوں شہزادوں کی اسی مشابہت کو سیدی سرکار اعلیٰ حضرت نے کتنے خوبصورت انداز میں نظم فرمایا ہے۔

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حُسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا
صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خط تو اُم میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

آپ کے اخلاق کریمانہ میں جود وسخا، ہمت وشجاعت، صبر وشکر، حلم وحیا بہت ممتاز تھے۔ نوافل کثرت سے ادا کرتے، نفلی روزوں کے تو عادی تھے، ۲۵ رحج ادا فرمائے وہ بھی پیادہ۔ اخلاف میں چار شاہزادے۔ ۱-حضرت علی امام زین العابدین، ۲-حضرت علی اکبر، ۳-حضرت جعفر، ۴-حضرت عبد اللہ، اور دو شاہزادیاں تھیں۔ ۱-حضرت فاطمہ صغریٰ، ۲-حضرت سکینہ۔

دنیا کے سب سے بڑے بد بخت یزید کی ایما پر ظالموں کے نرغے میں دشت کربلا کے اندر ۱۰ رمحرم الحرام ۶۱ھ دوپہر ڈھلے شقی ازلی سنان کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۵۶ رسال ۵ رمہینے ۵ ردن تھی۔

اس شہید بلا شاہ گلگوں قبا
بے کس دشت غربت پہ لاکھوں سلام

سرکار غوث پاک: حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴۷۰ھ میں حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست کے گھر گیلان میں حضرت ام الخیر فاطمہ بنت عبداللہ صومعی کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر شریف ساٹھ سال کی ہو چکی تھی۔ آپ نجیب الطرفین سید، والد ماجد کی جانب سے حسنی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی ہیں۔ آپ ابتدائے آفرینش سے کرامت آثار تھے۔ آپ نے شیر خوارگی کے زمانے میں بھی روزے کے اوقات میں شیر مادر نوش نہ فرمایا، شکم مادر ہی میں والدہ ماجدہ کی تلاوت سن کر ۱۵ رپارے حفظ کر لئے۔ بچپن ہی سے ہر ایک آپ سے شفقت واکرام کا معاملہ رکھتا۔ ۱۸ رسال کی عمر میں علوم ظاہری کی تحصیل کے لیے عروس البلاد بغداد مقدس پہنچے اور نامور ان فن سے بھرپور استفادے کئے جن میں عارف باللہ حضرت حماد دباس قدس سرہ اور قاضی ابوسعید مبارک مخزومی قدس سرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان میں آخر الذکر حضرت مخزومی سے آپ کو غایت درجہ عقیدت تھی اور پھر یہی آپ کے شیخ طریقت ٹھہرے۔ آپ ہی کے ارشاد کے مطابق شاہ جیلاں نے مدرسہ باب الازج میں درس وافادہ کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے قدوم میمنت لزوم سے طلبہ کا اس قدر ازدحام ہوا کہ قدیم عمارت جب ناکافی ہوگئی تو بغداد کے علم دوست حضرات نے اسے وسعت دے کر شاندار نئی عمارت تیار کرائی اور اس کا نام ''مدرسہ قادریہ'' رکھا۔ آپ کا درس تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، نحو اور تجوید کے موضوعات پر محیط ہوتا۔ تفسیر وحدیث کے وہ گراں قدر نکات ارشاد فرماتے کہ آپ کے اساتذہ اور اساطین فن بھی انگشت بدنداں رہ جاتے۔ فتوی نویسی، رشد وہدایت اور وعظ وتلقین بھی آپ کے نمایاں مشاغل تھے۔ آپ نے وعظ کا سلسلہ ۱۶ رشوال ۵۲۱ھ منگل کے دن سے شروع فرمایا۔ ابتداءً جھجک رہی کیونکہ آپ عجمی تھے اور بغداد فصحائے عرب کا گہوارہ لیکن فیض رسالت مآب اور فیضان مرتضی نے آپ کی زبان مبارک میں ایسی روانی اور طلاقت پیدا کر دی کہ مضامین کا ایک سیل رواں ہوتا جو آپ کے دہن مبارک سے نکلتا چلا جاتا۔ تاثیر ایسی ملی تھی کہ پتھر دل بھی موم ہو جاتے، سیاہ کار تائب ہوتے، تقوی شعار حضرات کو ثبات ملتا۔ اور کفر کی آلودگی میں لتھڑے لوگ سرچشمۂ اسلام

کے قریب آ کر شفاف ہو جاتے۔ ستر ہزار افراد پیادہ اور گھوڑوں پر سوار آپ کی محفل وعظ میں شریک ہوتے۔ آپ کے مواعظ حسنہ کو چار چار سو افراد قلمبند کرتے۔ اس محفل میں سینکڑوں افراد اسلام قبول کرتے، فسق و فجور سے تائب ہوتے اور جب آپ یہ فرماتے ''رجعنا من القال الی الحال'' تو لوگوں پر وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ بے حال ہو ہو جاتے، بہتیرے مرغ بسمل کی مانند تڑپنے لگتے اور بعض تو وہیں جاں بحق ہو جاتے۔

آپ اپنے خلوت کدے سے بہت کم نکلتے۔ آپ جلال اور جمال کے سنگم، رقیق القلب، نحیف الجثہ، متوسط قد، کشادہ سینہ، دراز ریش، بلند آواز اور خوش رفتار تھے۔ آپ کے رعب جلال کے سامنے کسی کو سرتابی کی مجال نہ ہوتی۔ خلیفۂ وقت کو جب کسی حاجت مند کے سلسلے میں خط لکھتے تو یہ تحریر فرماتے ''عبدالقادر تم کو اس بات کا حکم دیتا ہے، تم پر اس کا حکم نافذ اور اس حکم کی اطاعت واجب ہے۔''

حضرت نے بیشتر زبانی تلقین ہدایت کی لیکن آپ سے چند تصانیف بھی یادگار ہیں جن میں کچھ آپ کے مواعظ حسنہ کے مجموعے ہیں۔ ۱-فتوح الغیب، ۲-الفتح الربانی، ۳-الغنیۃ لطالب طریق الحق (غنیۃ الطالبین)، ۴-حزب نشار الخیر، ۵-الیواقیت، والحکم، ۶-الفیوضات الربانیہ، ۷-المواہب الرحمانیہ، ۸-جلاء الخاطر، ۹-سر الاسرار، ۱۰-ردالرفضۃ، ۱۱-تفسیر القرآن الحکیم (۲ر جلدیں)، ۱۲-مجموعۂ کلام، کا شمار آپ کی نگارشات میں ہوتا ہے۔ حضرت کے مختلف حرم سے گیارہ شاہزادے اور ایک شاہزادی تولد ہوئیں۔

حضرت غوث اعظم کا وصال مبارک ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۵ء میں ہوا اور زائرین کے ہجوم کے سبب دوسری شب میں اسی جگہ تدفین عمل میں آئی جہاں آپ درس وافادہ کی بساط بچھاتے تھے۔

خانوادۂ رسالت کے ان دونوں ممتاز بزرگوں نے انتشار فتن کے دور میں جس طرح ملت اسلامیہ کے وجود کو سنبھالا دیا اور باطل کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کی جس طرح قائدانہ ذمہ داریاں نبھائیں وہ اپنے آپ میں بے نظیر ہیں۔ یزید پلید کے ٹڈی دل لشکر کے سامنے حضرت امام نے جو آخری خطبہ دیا اور اپنی حجت تمام کی اس کا ایک ایک لفظ رہروان حق کے لیے مینارۂ نور ہے:

اے لوگو! کیا تمہیں اس میں شبہہ ہے کہ میں تمہارے رسول کا نواسہ ہوں؟ خدا کی قسم پورب سے لے کر پچھم تک پوری دنیا میں میرے سوا کوئی نبی کا نواسہ موجود نہیں ہے۔ نہ تم میں اور نہ تمہارے سوا دوسری قوموں میں اور میں تو خود تمہارے ہی نبی کا نواسہ ہوں۔ ذرا غور تو کرو کہ میرے قتل پر تم کیسے آمادہ ہو گئے؟ کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے؟۔ کسی کا مال تلف کیا ہے، کسی کو زخمی کیا ہے جس کا بدلہ تم مجھ سے لینا چاہتے ہو؟۔ جب مخالفین کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا تو آپ نے پکار کر کہا: اے شبث بن ربعی، اے حجار بن الجبر، اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث! کیا تم لوگوں نے خط لکھ کر مجھے نہیں بلایا تھا؟۔ انہوں نے کہا۔ ''ہم نے کوئی خط آپ کو نہیں لکھا تھا''۔ آپ نے فرمایا: ''تم لوگوں نے لکھا تھا اور ضرور لکھا تھا۔ اچھا فرض کر لو تم نے نہیں لکھا تھا اور تم نہیں چاہتے تھے کہ میں ادھر آؤں تو مجھے چھوڑ دو تا کہ میں کسی ایسی جگہ چلا جاؤں جہاں امن وامان کی زندگی بسر کر سکوں۔''

حضرت غوث اعظم نے ظالم حکمرانوں، حریص مولویوں اور ریاکار زاہدوں کی اصلاح بھی بہت کھلے لفظوں میں فرمائی۔ الفتح الربانی میں فرماتے ہیں:

''اے لوگو! دعوت حق قبول کرو، بے شک میں داعی الی اللہ ہوں اور تم کو اللہ کے در اور اس کی اطاعت کی طرف بلاتا ہوں، اپنے نفس کی طرف نہیں بلاتا۔ تم رمضان میں اپنے نفسوں کو پانی پینے سے روکتے ہو اور جب افطار کا وقت آتا ہے تو مسلمانوں کے خون سے افطار کرتے ہو اور ان پر ظلم کر کے جو مال حاصل کیا ہے اسے نگلتے ہو۔ اے لوگو! افسوس کہ تم سیر ہو کر کھاتے ہو اور تمہارے پڑوسی بھوکے رہتے ہیں اور پھر یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم مومن ہیں۔ تمہارا ایمان صحیح نہیں۔

اے مولویو، اے فقیہو، اے زاہدو، اے عابدو، اے

صوفیو! تم میں کوئی ایسا نہیں جو توبہ کا حاجت مند نہ ہو۔ اے بغداد کے رہنے والو! تمہارے اندر نفاق زیادہ اور اخلاص کم ہو گیا ہے اور تم میں بے عمل باتوں کی فراوانی ہے۔ عمل کے بغیر قول کس کام کا۔ تمہارے اعمال کا بڑا حصہ بے روح جسم کی طرح ہے۔ غفلت مت کرو اپنی حالت کو پلٹو تا کہ تم کو راہ ملے۔ اے عالمو اور زاہدو! بادشاہوں اور سلطانوں کے لیے تم کب تک منافق بنے رہو گے تا کہ تم ان سے زر و مال، شہوتیں اور لذتیں حاصل کرتے رہو۔''

اس مختصر سی تحریر میں مزید اقتباس نہیں پیش کئے جا سکتے۔

ان دونوں شہزادگان رسول رضی اللہ عنہما کی حیات طیبہ اور افکار کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلامی دعوت کے جو روشن نکات سامنے ہیں ان کے چند گوشے یہ ہیں:

☆ دوسروں کو دعوت اصلاح دینے سے پہلے خود اپنی اصلاح کرنی چاہیئے ورنہ خاطر خواہ اثر نہیں ہوگا۔

☆ داعی کو فسق و فجور اور ظلم و ستم کے سامنے کبھی گھٹنے نہیں ٹیکنا چاہئے بلکہ برملا اظہار حق کرنا چاہئے۔ دیکھئے حضرت امام نے یزیدی حکومت کا نہ رعب قبول کیا، نہ اس کے سامنے گھٹنے ٹیکے۔ حضرت غوث اعظم نے ظالم حکمرانوں سے لے کر ریاکار زاہدوں تک کے طبقات پر کڑی تنقید کی اور ان کی جانب سے ہونے والی ممکنہ شورشوں کی قطعاً پرواہ نہ کی۔

☆ داعی کو ابتدا ہی سے سرزنش کا انداز نہیں اپنانا چاہئے بلکہ ذہنوں کو اپنے اخلاق، نرم گفتگو اور حکیمانہ تفہیم سے ہم آہنگ کرنا چاہیے۔ دیکھئے حضرت امام نے پہلے اتمام حجت کی پھر جنگ کی، حضرت غوث اعظم نے پہلے نرم نرم گفتگو فرمائی پھر کڑی تنقید شروع کی۔

☆ داعی کو حالات کی مکمل نباضی حاصل ہونی چاہیے تا کہ وہ سماج کی دکھتی رگ پر انگلی رکھ سکے اور اپنی ذمہ دارانہ قیادت کے تقاضے پورے کر سکے۔ حضرت امام حسین اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اوراق حیات کے مطالعے سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔ دور حاضر کو ایسی ہی ذمہ دارانہ قیادت کی ضرورت ہے۔

(بقیہ صفحہ ۶۳ رکا)

صدر الشریعہ کا گھرانہ نسلاً بعد نسل اب تک علوم دینیہ کا گہوارہ اور مسلکِ رضویت کا پروقار مینارہ ہے، جہاں سیکڑوں متلاشیانِ حق وہدایت آج بھی اس چشمہ صافی سے سیراب وبہرہ ور ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں رہ کر آپ نے اس قدر ان سے استفادہ کیا کہ آپ کو فقیہ اعظم کا خطاب مل گیا۔ اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں'' آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے۔ طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔'' یعنی اس وقت کے موجودین میں تفقہ سب سے زیادہ صدر الشریعہ کے اندر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ سرکار اعلیٰ حضرت کے بعد آپ کی ذات مرجع العلماء اور حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے ساتھ آپ بھی خدمتِ افتاء پر مامور تھے۔ مزید آپ نے فرمایا کہ صدر الشریعہ نے عہد طالب علمی سے ہی تدریس کا کام شروع کر دیا تھا۔ جس کا سلسلہ زرین حیاتِ مستعار کے اخیر تک رہا۔ آپ کی ذات صرف درس وتدریس تک محدود نہیں تھی بلکہ طلبہ کی تربیت، اوقاتِ درس میں تدریس، ارسال و ترسیل اور مطبع اہلسنت کی تمام تر ذمہ داریوں کے علاوہ فتویٰ نویسی وغیرہ کے فرائض تن تنہا انجام دیتے تھے۔ یہ سب کام کسی ایک فرد انسان کا کام نہیں تھا۔ بلکہ اس کے لئے ایک فعال جماعتِ علما کی ضرورت تھی۔ لیکن فیض رضا کے اثرات نے دینی کام کرنے کے لئے آپ کے اندر وہ اسپرٹ پیدا فرما دی تھی کہ شب وروز مصروفیت کے باوجود تھکاوٹ واکتاہٹ کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ بعدہٗ صلوٰۃ وسلام اور سراج ملت کی دعا پر اس پرنور جشن کا اختتام ہوا اس جلسے میں حضرت مولانا سید محمد ہاشمی رضوی ناظم اعلیٰ دار العلوم ہذا، حضرت قاری سید جیلانی میاں، حضرت مولانا وصی احمد صاحب برکاتی، قاری نظام الدین قادری، مولانا زبیر عالم رضوی مصباحی، مولانا مظہر علی رضوی، مولانا محمد زاہد علی رضوی، مولانا آصف رضا کے علاوہ کثیر علما اور دانشوران نے شرکت کر کے اپنا خراج پیش کیا۔

رپورٹ: میڈیا انچارج دار العلوم فیضان مفتی اعظم پھول گلی ممبئی ۳

یاد اسلاف

حضرت اورنگ زیب کے استاذ اور نورالانوار و تفسیرات احمدیہ کے مصنف

تاج العلم شیخ التفسیر حضرت شیخ احمد ملاجیون امیٹھوی

از: محمد عالم عارفی استاذ دارالعلوم اہلسنت ملا احمد جیون امیٹھی ضلع لکھنؤ

دنیا میں بے شمار انسان آئے اور رخصت ہو گئے مگر کچھ ایسے لوگوں کا وجود ہوا جنہوں نے اپنے پیچھے کچھ ایسے انمٹ نقوش چھوڑے کہ جن پر چل کر آج دنیا والے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور رہتی دنیا تک فائدہ اٹھاتے رہیں گے جب ہم تاریخ ہند کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہندوستان کی علمی تاریخ میں ایک عظیم شخصیت ایسی بھی ابھر کر سامنے آتی ہے جسے شیخ الاساتذہ، شیخ التفسیر، تاج العلم حضرت شیخ احمد ملاجیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہا جاتا ہے جن کی پوری حیات ظاہری صرف اور صرف دین و مذہب کی خدمت میں گزری جہاں پر آپ نے بے شمار تشنگان علوم نبویہ کو علم دین سے سیراب کیا وہیں پر جب آپ نے قلم اٹھایا تو ایک طرف قرآن کی تفسیر تو دوسری طرف اصول فقہ پر نورالانوار کا تحفہ قوم کو عنایت کیا۔ پیش خدمت ہے ان کی زندگی کی کچھ جھلکیاں۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲۵ رشعبان المعظم ۱۰۴۷ھ بروز دوشنبہ وقت صبح صادق مدینۃ الاولیا امیٹھی ضلع لکھنؤ میں ہوئی۔

شجرہ: شیخ احمد ملاجیون کا شجرہ حضرت عبداللہ مکی علمبردار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوتا ہوا اللہ کے ایک برگزیدہ پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ جو اس طرح ہے۔ شیخ احمد ملاجیون بن شیخ ابوسعید بن شیخ عبیداللہ بن شیخ ابوتراب بن شیخ علیم اللہ بن شیخ عبدالرزاق بن شیخ بہاء الحق خاصہ خدا بن خضر بن گدن بن خیرالدین بن مکرم بن عبیداللہ بن عارف بن عبدالحفیظ بن نصر بن معروف بن غلام اللہ بن ابی تراب بن عالم بن عبدالکریم بن منصور بن معین الدین بن عبدالقادر بن عبدالعزیز بن ابی المکرم بن ابی السیر بن عبداللہ مکی۔

حضرت ملا احمد جیون نے علمی گھرانے میں آنکھ کھولی جہاں ایک طرف درس و تدریس کا ماحول تو دوسری طرف روحانی تربیت کے لئے خانقاہ میں مخلوق خدا کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری و ساری تھا۔ چنانچہ اسی دینی ماحول میں آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن کی تعلیم اپنے والد شیخ سعید سے شروع کی اور سات سال کی عمر میں حفظ مکمل کر لیا۔ خود ملاجیون اپنی سوانح میں لکھتے ہیں" تلاوت قرآن پاک کے دوران درپیش آنے والے رموز و قواعد میں کسی قسم کی دقت نہیں آئی یہاں تک کہ بخشش الٰہی کے باعث قرآن کے معنی و مفہوم شروع سے آخر تک یاد ہو گئے" تفسیر احمدیہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں" میں اس عمر میں حافظ ہو گیا جب کہ ابھی حروف و اعراب کو شناخت کرنے کی استعداد نہ رکھتا تھا" آپ کا حافظہ نہایت قوی اور ذہانت نہایت کمال درجہ کی تھی جس کتاب کا ایک بار مطالعہ کرتے وہ ذہن نشین ہو جایا کرتی تھی۔ مشکل سے مشکل مضامین سرسری نظر میں ازبر ہو جایا کرتے تھے۔ تعلیمات کا آغاز والد ماجد سے ہوا پھر شیخ ملا صادق ستر کھی سے پھر بعد میں ملا لطف اللہ کوڑا جہان آبادی سے تحصیل علم کیا۔ ۱۴ برس کی عمر تک مختلف علوم و فنون حاصل کئے پھر ملاجیون نے درس و تدریس کے لئے سفر بھی کئے جن میں دہلی، اجمیر، لاہور، حیدرآباد دکن قابل ذکر ہیں۔ آپ نے ہزاروں طالبان علوم نبویہ کی علمی پیاس بجھائی اور انہیں مکمل طور پر عالم باعمل بنا دیا۔ قابل ذکر شاگردوں میں شہنشاہ ہندوستان حضرت اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ، احمد بن ابی المنصور گوپاموی، نواب محمد جان دہلوی، تابع محمد لکھنوی، سید محمد قادری صغروی واسطی بلگرامی، ملا عبدالقادر بن ملاجیون، زیب النسا بیگم بنت عالم گیر اورنگ زیب، شیخ نظام الدین اورنگ آبادی ہیں۔ آپ کے مذکورہ شاگردوں کا شمار اس وقت کے

بڑے علما میں ہوتا تھا اوران میں سے بعض نے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں۔ جیسے احمد بن ابی المنصور گوپامؤوی فتاویٰ عالم گیری کے مولفین میں شامل تھے، تابع محمد لکھنوی کی سراج المیزان جوفقہ حنفی پرایک معتبر کتاب مانی جاتی ہے، شہزادی زیب النسا کی زیب المنتخبات وزیب التفسیر ہے۔

مدرسہ کاقیام: آپ نے ایک مدرسہ بنام مدرسہ اسلامیہ قائم کیا تھا۔ جس میں تقریباً ۳۰۰۰ رتین ہزار طلبہ علم دین حاصل کرتے تھے۔ جس میں ہندوستان، ترکی، سمرقند، بخارہ، اورعرب ممالک کے طالب علم قابل ذکر ہیں۔ تقریباً ایک لاکھ روپے سالانہ حکومت کی جانب سے وظیفہ ملاکرتا تھا۔ آج بھی قرب وجوار میں اگرکوئی شخص اپنے مکان کی بنیاد کھودتا ہے تواس کے نیچے پرانی عمارت کے کھنڈرات ملتے ہیں، جس سے اس مدرسہ کی وسعت کااندازہ ہوتا ہے۔ آج بھی حکومت کے دستاویزات میں اس محلہ کانام "مدرسہ وارڈ" ہے۔

زیارت حرمین شریفین: ۵۵ رسال کی عمر میں ۱۱۰۳ھ رمطابق ۱۶۹۰ء میں پہلی بار عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سرشار ہوکر حجاز مقدس کا سفر کیا اور آپ نے وہاں ۵ رسال قیام کیا اس درمیان دوستوں کے اصرار پرآپ نے دوماہ کی قلیل مدت میں اصول فقہ پر "نورالانوار" تصنیف کی جو بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اتنی مقبول ہوئی کہ آج تک ہردرس گاہ میں نصاب کی زینت بنی ہوئی ہے، عرب میں بھی درس وتدریس کاسلسلہ جاری رہا جہاں تشنگان علوم نبویہ کوعلم دین سے سیراب کیا۔ جس کا ذکر نورالانوار کے مقدمہ میں آپ نے کیا ہے۔ حج وعمرہ سے فارغ ہوکر ۱۱۰۷ھ مطابق ۱۶۹۵ء کواپنے وطن واپس تشریف لائے۔ ایک مدت کے بعد پھر زیارت حرمین کی تڑپ پیدا ہوئی اور حج بدل برائے والدین کاارادہ رکھتے تھے اسی درمیان والدہ کودوبارہ خواب میں دیکھا جوآپ سے حج کامطالبہ فرمارہی ہیں چنانچہ ۱۱۱۲ھ مطابق ۱۷۰۰ء میں جب آپ کی عمر ۶۶ رسال کی ہوچکی تھی حضرت اورنگ زیب سے اجازت لے کرعازم سفر ہوئے اس بار آپ نے ایک حج نذر والداور ایک حج نذر والدہ ادا کیا، فرصت کے لمحات میں درس وتدریس، تصنیف وتالیف کا کام جاری رہا۔ وہاں پرآپ کا قیام دوسال رہا۔ حج سے فارغ ہوکر وطن تشریف لائے۔ دوسال وطن میں حضرت اورنگ زیب عالم گیر کی فوج کے قاضی کے طور پر قیام رہا۔ ۱۱۱۶ھ مطابق ۱۷۰۴ء میں اپنے وطن امیٹھی تشریف لائے اور سلسلہ قادریہ میں مرید ہوئے، شیخ یٰسین بن عبدالرزاق قادری سے خرقہ تصوف عطا ہوا، دوسال قیام کے بعد ملاجیون اپنے شاگردوں کی کثیر تعداد کولے کر دہلی روانہ ہوئے اس وقت عمر شریف ستر سال ہوچکی تھی شاہ عالم اول نے ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۷۰۷ء میں ملاجیون سے اجمیر کے سفر کے دوران ملاقات کی اورانہیں اپنے ہمراہ لاہور لے گیا جہاں کافی عرصہ مقیم رہے شاہ عالم کی وفات کے بعد تقریباً ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۲ء میں آپ دہلی لوٹ آئے پھر یہیں مقیم رہے۔

وفات: جب آپ کی عمر ۸۳ رسال ہوچکی توضعف وکمزوری کے باعث نڈھال رہنے لگے۔ اسی حالت میں لوگوں کو بار بار اپنے ارتحال کی خبر دینا شروع کردیں اپنے وطن امیٹھی کے لئے دل میں قصد رکھتے اور بے چین ہواٹھتے کہ کسی طرح وطن پہونچیں۔ لیکن قضا وقدر کا تقاضا کچھ اور ہی تھا آپ کی تمنا پوری نہ ہوئی اور آخری وقت آپہنچا حسب معمول آپ درس میں مصروف تھے جوں ہی طلبہ درس وتعلیم سے فارغ ہوئے نماز مغرب مع اوابین ادا کی اوراوراد ووظائف میں مصروف ہوئے بعد فراغت حسب دستور رات کا کھانا نوش فرمایا، عشا کی نماز مع نوافل ادا کی آدھی رات گزری تھی کہ آپ کے سینے میں سوزش محسوس ہوئی آپ نے فرمایا "مغرب کے وقت ایک ستارہ ٹوٹتا ہوانظر آیا کوئی عالم، کامل اس دنیا سے رخصت ہوگا" یہ کہتے ہوئے شدید درد کی حالت میں اٹھے اور جامع مسجد دہلی کے جنوبی دالان کی طرف ایک کوٹھری میں جاکر لیٹ گئے، آپ کے بڑے بیٹے ملاعبدالقادر وہاں موجود تھے فرمایا "وقت آخر ہے" اور ذکر

لمی میں ہمہ تن مصروف ہوگئے، ڈیڑھ پہر رات باقی تھی کہ زبان مبارک پر کلمہ طیبہ جاری ہوا اور روح جسم خاکی کو چھوڑ کر راہی جنت ہوئی، اسی دن یعنی ۹ رذی قعدہ ۱۱۳۰ھ کو ظہر کے وقت میر محمد شفیع کے تکیہ میں سپرد خاک کیا گیا لیکن حالات بیماری میں اپنے وطن امیٹھی ہی کا قصد تھا ضعف ونقاہت کی وجہ سے وطن جانا نصیب نہ ہوا اور اسی بے چینی میں وصال فرمایا، تجہیز وتکفین کے بعد آپ کی آخری خواہش پر غور وخوض ہوتا رہا بالآخر پچاس دن کے بعد چہار شنبہ ۱۴ رمحرم الحرام ۱۱۳۱ھ کو آپ کا جسد خاکی نکال کر ایک تابوت میں رکھ کر دہلی سے امیٹھی لا گیا اس میں ۱۴ ردن کا وقت صرف ہوا لیکن کل ملا کر ۶۴ ردن کے بعد بھی آپ کا جسم اطہر بالکل تازہ تھا آپ کو مدرسہ اسلامیہ کے ملحق قبرستان میں دفن کیا گیا، اس وقت سے امیٹھی ملا احمد جیون کی آخری آرام گاہ ہے جہاں سے خلق خدا کثیر فائدہ اٹھاتی چلی آرہی ہے اور رہتی دنیا تک فیض اٹھاتی رہے گی۔

ولاد: آپ کے تین صاحبزادے ملا عبدالقادر محمد، ملا عبدالباسط محمد ملا عبدالصمد تینوں علوم صوری ومعنوی میں مکمل اور تینوں صاحبزادے کثیر الاولاد تھے۔

تصانیف :نثری کتب (۱) نسخہ آداب احمدی در علم سپر سلوک (۲) خطبات جمعہ وعیدین (۳) رسالہ در علم قرأت (۴۰) تفسیرات حمدیہ پانچ سو آیات کریمہ پر مشتمل (۵) نورالانوار (۶) سوانح رمحازات لوائح ملا جامی علم تصوف (۷) صحیحین (شرح) (۸) مناقب الاولیا (تصوف میں) (۹) خودنوشت سوانح ستر سال تک۔

نظمی کتب (۱) مثنوی بطرز مولانا روم پچیس سو اشعار (۲) نعتیہ قصائد بطرز قصیدہ بردہ شریف دوسو بیس اشعار (۳) دیوان بطرز حافظ شیرازی پانچ ہزار اشعار (۴) قصائد عربی انتیس قصائد۔

شیخ احمد ملا جیون کے ہم عصر علما: حضرت شیخ بو یوسف امیٹھوی، حضرت شیخ ابو نجیب قلندر امیٹھوی، حضرت احمد غلام نقشبندی، حضرت امان اللہ بنارسی، حضرت بدرالدین جونپوری، حضرت امین الدین جونپوری، حضرت پیر محمد لکھنوی، شیخ حبیب اللہ قنوجی، حضرت شیخ احمد سندیلوی، حضرت شیخ خوب اللہ الہ آبادی، حضرت قاضی شہاب الدین گوپاموی، حضرت طفیل احمد، حضرت شیخ عبدالرشید جونپوری، علی اصغر قنوجی، حضرت شیخ غلام نقشبندی، حضرت شیخ محمد شاکر لکھنوی، حضرت شاہ علم اللہ، ملا قطب الدین شہید، قطب الدین شمس آبادی، قاضی مبارک گوپامؤوی، شیخ محمد افضل الہ آبادی، شیخ مبارک بلگرامی اور شیخ عبدالرحیم دہلوی ہیں۔

آپ کا سن وصال اس آیت کریمہ "وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ" (۱۱۳۰ھ) سے استخراج ہوتا ہے۔

ہر سال آپ کا عرس مبارک مورخہ ۹ رذی قعدہ کو آپ کے آستانہ مبارکہ (امیٹھی لکھنؤ) پر نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوتا ہے۔

﴿بقیہ صفحہ ۴۳ رکا﴾

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر زمقام محمد عربی است
بمصطفٰے برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
گر باو نرسیدی، تمام بولہبی است

(کلیات اقبال-ارمغان حجاز ص ۴۹-ایجوکیشنل بک ہاؤس مسلم یونیورسٹی علی گڈھ)

طالوت کے خط وکتابت کے بعد ڈاکٹر اقبال نے کہا۔

کسے کو پنجہ زد ملک ونسب را-نداند معنئ دین عرب را
گر قوم از وطن بودے، محمد ﷺ-ندادے دعوت دیں بولہب را

دفاع اسلاف

امام اعظم پر لگائے گئے الزامات کا تحقیقی تجزیہ

سیدنا سرکار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر لگائے جانے والے الزامات کی حقیقت کو بیان کرتی ایک علمی وفنی تحریر

از: مولانا محمد نور الحسن خان نعیمی مصباحی ازہری ، ریسرچ اسکالر شعبہ فلسفہ اسلامیہ قاہرہ یونیورسٹی، حسین اولڈ، قاہرہ مصر

میرے رفیق اور دیرینہ دوست مولانا محمد نور الحسن خان نعیمی ازہری مقیم حال قاہرہ مصر کا تعلق ضلع بلرام پور (یوپی) سے ہے۔ آپ ایک نوجوان فاضل ومحقق اور عمدہ قلم کار ہیں۔ جامعہ ازہر مصر سے بی، اے اور ایم، اے کرنے کے بعد اب قاہرہ یونیورسٹی میں ریسرچ اسکالر ہیں زیر نظر مضمون دراصل مفتی حبیب اللہ صاحب کی کتاب "فقہ حنفی کتاب وسنت کی روشنی میں" پر بطور تقدیم تحریر کیا گیا تھا لیکن عصر حاضر میں اس محققانہ مضمون کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر صاحب مضمون کی رضا سے یہ مضمون معمولی حذف واضافہ کے بعد قارئین ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے ذوق مطالعہ کی نذر کیا جارہا ہے۔ راقم کی خواہش پر اس مضمون کے توسط سے فاضل مضمون نگار پہلی مرتبہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی بزم میں شرکت فرمارہے ہیں۔ ہم اس بزم میں شرکت کرنے پر انہیں تہہ دل سے خوش آمدید کہتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب آپ حضرات ان کی تحریروں سے آئے دن استفادہ کرتے رہیں گے۔ (محمد سلیم بریلوی)

معترضین فقہ حنفی کو اتنا ضرور معلوم ہونا چاہئے کہ فقہ حنفی کے مسائل کی بنیاد قرآن وحدیث ہی ہیں، اور حدیث کی صحت وضعف اور رد وقبول کے لئے جس طرح محدثین کرام نے اصول وقواعد کے وضع کئے ہیں جو محدثین کرام کے اصول وقواعد سے مختلف ہیں، اور امام اعظم ان ہی وضع کردہ اصول کی روشنی میں احادیث احکام کو جانچ پرکھ کر ان سے اور فقہی مسائل کا استخراج فرماتے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معترضین مخالفین کا ذوق علم آپ کی علمی گیرائی وگہرائی اور حدیث دانی کا اندازہ لگانے سے قاصر ہے، بہت ہی کم علمی شخصیتیں ہیں جن کے مبلغ علم نے آپ کی قوت فکر اور علمی پرواز کو محسوس کیا اور جنھوں نے بھی محسوس کیا وہ آپ کے فقہی اجتہادات، علمی گرفت، قوت فکر وتخیل کی پرواز، ملکہ فقہ احادیث، درایت حدیث، راویت حدیث اور جوہر استنباط کے معترف ہوئے بغیر نہ رہ سکے، سچ تو یہ ہے کہ اگر ایک منصف مزاج عالم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وضع کردہ اصول کو سامنے رکھ کر معترضین کے اعتراضات کا محدثانہ جائزہ لے تو معترضین کا علمی افلاس عیاں ہو جائے گا اور احادیث پر عدم عمل کا الزام رفع ہو جائے گا۔

عمل بالحدیث کی ایک جھلک: امام اعظم کی شخصیت تو اتنی بلند پایہ ہے کہ محدثین ایک طرف آپ کی حدیث دانی پر رشک کرتے ہیں تو دوسری طرف فقیہان اسلام آپ کی فقہی بصیرت کو داد دیتے ہیں آپ کی حدیث دانی اور عمل بالحدیث کی ایک جھلک دیکھئے امام اعمش فرماتے ہیں "وکان عند الاعمش فسئل عن مسائل فقال لأبی حنیفة ما تقول فیها ؟فأجابه قال من این لک هذا ؟قال من احادیثک التی رویتها عنک وسرد له عدة احادیث بطرقها فقال الاعمش حسبک ما حدثتک به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ما علمت انک تعمل بهذه الاحادیث ،یا معشر الفقهاء انتم الأطباء ونحن الصیادلة وأنت ایها الرجل أخذ بکلا الطرفین"!

ترجمہ: "آپ (امام اعظم) امام اعمش کے پاس تھے کہ امام اعمش سے کچھ مسائل دریافت کئے گئے تو آپ نے امام اعظم سے فرمایا کہ ان مسائل میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت امام اعظم نے امام اعمش کے سوالات کے جوابات دے دئے تو امام اعمش نے فرمایا یہ جواب آپ نے کہاں سے اخذ کئے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ان جوابات کا مصدر وہی احادیث ہیں جو میں نے آپ سے روایت کی ہیں اور متعدد حدیثیں مع سند پیش کر دیں، تو حضرت اعمش نے فرمایا بس کرو

افی ہے جو حدیثیں میں نے تمہیں سودن میں سنائیں وہ تم نے یک گھنٹے میں سنادیں مجھے تو علم ہی نہ تھا کہ آپ کا ان احادیث پر ہے، اے فقہا کی جماعت! آپ سب طبیب ہو اور ہم دوافروش ے مرد باکمال آپ تو (فقہ وحدیث) دونوں گھاٹ سے سیراب ئے ہیں"۔

اور ایسا کیوں کر نہ ہو جب کہ اللہ عزوجل نے آپ کو بلا کی ن اور پرواز بلند عطا کی تھی۔ علی بن عاصم آپ کی فقہی بصیرت اور ن وفطانت کی شہادت یوں دیتے نظر آتے ہیں: "لو وزن أبي حنيفه بعقل نصف أهل العالم لرجح بهم"[۲]

جمہ: "اگر امام اعظم ابوحنیفہ کی عقل کو دنیا کے نصف اہل علم کی کے ساتھ وزن کیا جائے تو امام اعظم کی عقل ان سب پر فائق ئی"۔

کسی شخص نے امام اعظم علیہ الرحمہ کے شیخ سے کوئی مسئلہ تو انھوں نے فرمایا "انما يحسن الجواب في هذا ومثله مان بن ثابت الخزاز أراه بورك في علمه"[۳]

مہ: "اِس کا اور اس جیسے دیگر سوالات کا جواب نعمان بن ثابت (امام اعظم) خوب جانتے ہیں میرا خیال ہے کہ ان کے علم میں دی گئی ہے"۔

امام مسعر بن کدام تو امام اعظم کی فقہی عظمت پر یوں تبصرہ تے ہیں "**ما أحسد أحدا بالكوفة الا رجلين أبو يفة في فقهه والحسن بن صالح في ه**"[۴]

جمہ: مجھے کوفہ میں سوائے دو شخص کے کسی پر بھی رشک نہیں آیا اعظم) ابوحنیفہ پر ان کے فقہ میں بلند درجہ کے باعث، اور حسن مالح پر زہد میں ان کے مقام بلند کے باعث"۔

اور امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت سفیان ثوری تو آپ ناہت کا یوں چرچہ کرتے نظر آتے ہیں سنئے امام محمد بن بشر کی آپ فرماتے ہیں "كنت اختلف الى أبي حنيفة و الى سان فأتى أبا حنيفة فيقول لي: من أين جئت؟ فأقول عند سفيان، فيقول: لقد جئت من عند رجل لو أن علقمة والأسود حضر الاحتاجا الى مثله، فأتى سفيان، فيقول لي: من اين؟ فأقول من عند ابي حنيفة، فيقول: لقد جئت من عند أفقه أهل الأرض"[۵]

ترجمہ: "میں سفیان ثوری اور (امام اعظم) ابوحنیفہ کے پاس آتا جاتا تھا، جب میں (امام اعظم) ابوحنیفہ کے پاس آتا تو وہ پوچھتے: کہاں سے آئے ہو؟ میں عرض کرتا: سفیان ثوری کے پاس سے آیا ہوں، یہ سن کر فرماتے: آپ ایسے آدمی کے پاس سے آئے ہیں کہ اگر حضرت علقمہ اور اسود بھی موجود ہوتے تو یقیناً ان کے علم کے محتاج ہوتے۔ پھر جب میں سفیان ثوری کے پاس آتا تو وہ پوچھتے: کہاں سے آئے ہو؟ میں عرض کرتا: ابوحنیفہ کے پاس سے، تو وہ فرماتے: بے شک آپ روئے زمین پر سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے ہو کر آئے ہیں"۔

آپ کی علمی گیرائی کا اعتراف کرتے ہوئے تو مالک بن انس یہاں تک فرماتے ہیں: "**رأيت رجلا لو كلمك في هذه السارية أن يجعلها ذهبا لقام بحجته**."[۶]

ترجمہ: "میں نے تو (امام اعظم کو) ایسا آدمی دیکھا کہ اگر وہ تم سے اس ستون کو سونا بنانے کی بات کریں تو اپنے دلائل سے اسے بنادیں"۔

عارف باللہ امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ حضرت سیدی شیخ علی خواص کا قول نقل کرتے ہیں کہ: "**سمعت سيدي عليا الخواص رضي الله تعالىٰ عنه يقول مدارك الامام ابي حنيفة دقيقة لا يكاد يطلع عليها الا اهل الكشف من أكابر الاولياء**"[۷]

ترجمہ: "میں نے سیدی علی خواص کو فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابر اولیا میں سے اہل کشف کے سوا کسی کو ان کی اطلاع نہیں ہو پاتی"۔

حقیقت تو یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معترضین اور مخالفین کا ذوق علم آپ کی علمی گیرائی اور حدیث دانی کو نہیں پرکھ سکتا اگر پرکھنا ہے تو امام شافعی علیہ الرحمہ کا فقہی ذوق ہمیں اس کا پتہ دے گا آپ فرماتے ہیں "الناس عيال على ابي حنيفة

فی الفقه"۸

"لوگ فقہ میں امام اعظم کے سامنے طفل مکتب ہیں"۔

یہی نہیں بلکہ اپنے دیوان میں امام کی مدح سرائی کچھ یوں کرتے نظر آتے ہیں:

لقد زان البلاد ومن علیها
امام المسلمین أبو حنیفة

ترجمہ: شہروں اور اہالیان شہر کو امام المسلمین ابوحنیفہ نے خوب مزین کیا

بأحکام وآثار وفقه
کآیات الزبور علی الصحیفة

اپنے احکام، آثار اور فقہ کے ذریعہ جو مثل زبور کی آیات کے اوراق میں محفوظ ہیں۔

فما بالمشرقین له نظیر
ولا بالمغربین ولا بکوفة

ان کی نظیر نہ ہی مشرق ومغرب میں ہے اور نہ ہی کوفہ میں۔

فرحمة ربنا أبدا علیه
مدی الأیام ما قرأت صحیفة

ہمارے رب کی رحمتیں ان پر ہمیشہ ہوں جب تک کہ یہ صحیفہ پڑھا جائے۔

ابن شہر مہ تو آپ کی فضیلت و برتری کا ان الفاظ میں اعتراف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں "عجزت النساء أن یلدن مثلک، ما علیک فی العلم کلفة"۸

ترجمہ: "عورتیں آپ کا مثل پیدا کرنے سے عاجز ہیں آپ کو علمی مسائل میں ذرا بھی دشواری نہیں ہوتی"۔

واضح رہے کہ امام منذری، امام نووی، امام ذہبی، امام مزی، علامہ ابن حجر، امام سیوطی، امام سخاوی، یوسف بن عبد الہادی حنبلی اور امام صالحی دمشقی جیسے معروف ائمہ وحفاظ نے آپ کی تعریف و توصیف کی ہے، اور آپ کی علمی جلالت شان کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا ہے، حالانکہ ان حضرات کا تعلق آپ کے مذہب سے بھی نہیں، اور بعض نے تو آپ کی شان میں مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں، اگر ان ائمہ حفاظ اور مجتہدین امت کے اقوال کی روشنی میں ابن عدی علامہ عقیلی، عبد الرحمن بن ابی حاتم، علامہ ابن حبان، علامہ ابو بکر بیہقی، امام بخاری، خطیب بغدادی اور محدث ابن ابی شیبہ جیسے معترضین کے الزامات کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کے الزامات ہیچ نظر آتے ہیں، تعجب ہے کہ امام مالک جس کی علمی جلالت کا اعتراف کریں امام شافعی جس کے سامنے طالبان فقہ کو طفل مکتب ٹھہرائیں، سفیان ثوری اور ابن مبارک جسے "افقه أهل الارض" گردانیں، یحی بن ابراہیم جن پر "اعلم اهل الأرض" کی مہر ثبت فرمائیں ان پر محدث ابن ابی شیبہ مخالفت حدیث کا الزام لگائیں؟؟؟ یحی بن معین جن کی ثقاہت وصداقت کا دم بھریں۔ ابن اثیر جن کی امامت وعظمت، زہد وورع، علم وعمل اور تقوی وطہارت کی شہادت دیں حیرت ہے کہ ابن حبان انہیں مبتدع اور مرجئی کہتے ہوئے نہ شرمائیں!! حافظ ابن کثیر جنہیں علمائے اسلام کا ایک رکن قرار دیں اور عبد اللہ بن مبارک جن کی ذات کو مدار الہی کا واسطہ بتائیں، عبد اللہ بن داؤد الخریبی جن کے حق میں لوگوں کو دعا کرنے کی ترغیب دیں خطیب بغدادی ان پر اپنے تعصب کے تیر چلائیں، میں تو کہتا ہوں کہ امام اعظم کے معترضین کا مبلغ علم اتنا وسیع ہی نہیں کہ وہ آپ کے فقہی جواہر پاروں کے اسرار ورموز کا ادراک کر سکیں، صحیح کہا ہے سہل بن مزاحم نے کہ "مخالفین کے اقوال عدم فہم پر مبنی ہیں"، اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رسالہ "أجلی الاعلام" میں "مناقب امام کردری" کے حوالے سے حضرت سہل بن مزاحم کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "انما خالفه من خالفه لأنه لم یفهم قوله" ترجمہ: "جس نے بھی آپ کی مخالفت کی اس کا سبب یہی ہے کہ وہ آپ کے قول کو سمجھ نہیں سکا" ورنہ اس ذات پر اتہامات چسپاں کرنے کا اس کے علاوہ اور کیا معنی ہو سکتا ہے کہ جس کی فقہ کے پیروکار عالم اسلام کے دو تہائی لوگ ہوں اور جو پیدائش سے لے کر آج تک مرجع علماء وفقہاء بنا ہوا ہے اور جس کی علمی رفعتوں کی بشارت اور پیشین گوئی خود پیغمبر اسلام نے دی ہے، امام ابو نعیم نے "حلیۃ الاولیاء" میں جس کی روایت یوں فرمائی ہے "لو کان العلم بالثریا لتناوله رجال من ابناء فارس" ترجمہ: "اگر علم ثریا پر ہوتا تو

فارس کے کچھ افراد اسے پالیتے" اور اس بشارت کا مصداق امام سیوطی اور علامہ محمد بن یوسف شامی نے امام اعظم کو قرار دیا ہے اور جس کی توثیق علامہ ابن حجر ہیتمی نے "الخیرات الحسان" میں فرمائی ہے اور صداقت یہ ہے کہ عالم اسلام میں احناف کی اکثریت ہی امام اعظم کے مذہب وعقیدہ کی صحت کی مضبوط دلیل ہے، اسلئے کہ امتِ محمدیہ کی اتنی بڑی تعداد کسی گمراہ شخص کی پیروی نہیں کرسکتی، حدیث رسول صاف طور پر اس کی نفی کررہی ہے "لا تجتمع امتی علی ضلالة" "میری امت کسی گمرہی پر اکٹھا نہیں ہوسکتی" امام ابوجعفر طحاوی نے امام اعظم کے عقیدہ و مذہب کو اپنی کتاب "عقیدۃ أبی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ" میں نہایت ہی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ معترضین ومخالفین کے الزامات و اتہامات سے بری ہیں اور ساتھ ہی ان اتہامات کے اسباب کو بھی نقل فرمایا ہے جن سے قارئین کے ذہن میں مخالفین کی طرف سے وارد اعتراضات کی وجہ سے پڑے ہوئے شبہات کا ازالہ ہوجاتا ہے۔

مخالفت امام اعظم کے اسباب: اسی طرح امام ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "الانتقاء فی فضائل الائمہ الثلاثة الفقهاء" میں ان اسباب کو مختصراً تین چیزوں میں بیان کیا ہے:

اول: اخبارِ آحاد پر عمل کرنے میں احناف کا منہج۔

ثانی: ارجاء میں امام اعظم کا موقف۔

ثالث: امام اعظم کی ذہانت وفطانت سے لوگوں کا حسد۔

یہ وہ اہم اسباب ہیں جن کی آڑ میں امام اعظم کے مخالفین آپ پر حملہ کرتے ہیں آیئے ان کا قدرے تفصیلی جائزہ لیتے ہیں تاکہ معترضین کے اعتراضات کی حقیقت عیاں ہوسکے۔

اخبار آحاد اور منہج امام: امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اخبار آحاد پر عمل کرنے کا طریقہ اور آپ کی ذات سے منسوب تقدیم قیاس کا پروپیگنڈہ، یہ وہ اہم اسباب ہیں جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف محدثین کرام کی لب کشائی کا باعث بنے، جبکہ حق بات یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر پر قیاس کو مقدم نہیں کیا، اور بعض اخبار آحاد کے عدم قبول کا حقیقی سبب یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صحت اخبار کی شرطیں محدثین کی شرطوں کی بنسبت زائد ہیں، اس لئے ان اخبار آحاد کو قبول نہ کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ صحت کی شرطوں پر وہ پوری نہیں اتر رہی ہیں کیوں کہ آپ اخبار آحاد کو قبول کرنے میں بہت ہی محتاط تھے، لیکن محدثین کرام کی صفوں میں اس کا ردعمل یہ ہوا، کہ جب ابن ابی ذئب کو یہ خبر پہونچی کہ امام مالک رحمہ اللہ نے صرف ایک راجح معارض حدیث کی وجہ سے "البیعان بالخیار" (۱) والی حدیث پر عمل ترک کردیا ہے تو انھوں نے کہا کہ "امام مالک سے توبہ کرائی جائے اگر توبہ کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں ان کی گردن اڑادوں گا" سبحان اللہ! راجح حدیث ان کے پاس ہے پھر بھی محدث ابن ابی ذئب کا اتنا سخت تیور؟؟؟ واضح رہے کہ یہ امام مالک کے معاصر اور آپ کے ہم شہر ہیں، جب ایک مسئلہ میں یہ امام مالک کے عمل کو نہیں برداشت کرسکے تو آپ حضرات امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کے بے شمار معاصر اور غیر معاصر محدثین کا حکم آپ پر کتنا سخت ہوگا، اور علامہ ابن عبدالبر کے بقول بہت ساری اخبار آحاد کو قبول نہ کرنے کا ردعمل کتنا خطرناک ہوگا؟؟؟ اس لئے اس قسم کے اکثر اقوال جو امام اعظم کے خلاف وارد ہوئے ہیں وہ آپ کے خلاف پر پیگنڈہ کا نتیجہ ہیں اور ان کا شمار "غیر مقبول جرح" کے باب میں ہوگا، جیسا کہ "التعلیق علی الانتقاء" صفحہ ۲۸۰ پر علامہ عبدالفتاح ابوغدہ فرماتے ہیں کہ "محدثین نے اس ضمن میں جو باتیں کہی ہیں ہم پر لازم ہے کہ ہم انھیں عقل اور انصاف کے ترازو میں تولیں"۔

علمائے امت میں سے کوئی ایسا عالم نہیں جو کسی حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کرے پھر بغیر دعویٰ نسخ یا اجماع یا سند حدیث میں بلاطعن کے اس کا انکار کرے، اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کی عدالت ساقط ہوجاتی ہے چہ جائیکہ امت اسلامیہ اسے اپنا امام بنائے۔

"یہاں تو امام اعظم کی امامت چہار دانگ عالم میں مسلم ہے، اس کے باوجود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ایسی چیزیں منسوب کی جاتی ہیں جو آپ کی شایان شان نہیں، اور آپ کے بارے میں ایسی باتیں گڑھی جاتی ہیں جو آپ کی شخصیت پر بالکل فٹ نہیں

ہوتیں۔ جبکہ آپ کی شان امامت کا حال یہ ہے کہ بے شمار علما نے آپ کی مدح وسرائی کی ہے، اور ان کی تعداد ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہے جنھوں نے آپ پر الزام تراشی کی ہے، اور بعض محدثین جو آپ پر قلتِ حدیث کا الزام لگاتے ہیں تو اس الزام کی کوئی حقیقت نہیں، کیونکہ امام ذہبی آپ کی کثرت حدیث کی گواہی یوں دیتے ہیں "ان الامام ابا حنیفة طلب الحدیث و اکثر منه فی سنة مائة وبعدها"۔[9]

ترجمہ: "امام اعظم ابوحنیفہ نے احادیث مبارکہ کو پہلی صدی کے اختتام اور اس کے بعد کے ایام میں خوب حاصل کیا"۔

حضرات امام ذہبی جیسی شخصیت آپ کے بارے میں گواہی دے رہی ہے کہ "صدی کے اختتام اور اس کے بعد کے ایام میں خوب علم حدیث حاصل کیا" اب آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب امام اعظم اس کے بعد بھی پچاس سال باحیات رہے تو علم میں اضافہ ہوگا یا کمی؟؟ یقیناً اضافہ ہوگا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اگر آپ کو احادیث مبارکہ پر دسترس نہ ہوتی اور یہ حدیثیں کثرت سے آپ کو یاد نہ ہوتیں تو اس قدر مسائل فقہیہ کا استنباط آپ کے لئے آسان نہ ہوتا، نیز خارج میں حدیث کا عدم ظہور (یعنی آپ کے کثیر مجموعہائے حدیث کا نہ پایا جانا) حدیث پر آپ کی عدم دسترس پر دلیل نہیں جیسا کہ بعض حاسدین کا گمان ہے، جبکہ مسئلہ اس کے بالکل برعکس ہے، آپ مطالعہ کیجئے حافظ محمد ابن یوسف صالحی کی کتاب "عقود الجمان"، جس میں آپ نے امام اعظم کو حفاظ حدیث کے اولین میں شمار کیا ہے اور ان حاسدین کا مسکت رد فرمایا ہے جو یہ الزام لگاتے ہیں کہ امام اعظم کو احادیث مبارکہ سے بہت کم شغف تھا، یا آپ کی حدیث دانی پر انگلیاں اٹھاتے ہیں، البتہ آپ کے قلیل الروایہ ہونے کی دو وجہ بیان کی جاتی ہیں:

پہلی وجہ: روایت میں نہ پڑ کر دلائل سے مسائل کے استنباط میں آپ کی مشغولیت، جیسا کہ اجلۂ صحابہ مثلاً حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وغیرہما کرتے ہیں۔

دوسری وجہ: آپ روایت کو اسی وقت درست سمجھتے تھے کہ حدیث یاد ہو، امام طحاوی نے امام ابو یوسف سے روایت نقل کی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا: "لاینبغی لرجل ان یحدث من الحدیث الا بما حفظه من یوم سمعه الی یوم التحدیث"۔[10]

ترجمہ: "آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ وہی حدیث بیان کرے جو اسے سنے ہوئے دن سے بیان کئے جانے والے دن تک یاد رہے"۔

لیکن بعض اشخاص ایسے ہیں جن کا مشغلہ ہی ائمہ کرام پر طعن وتشنیع ہے اور اس کے بغیر انہیں سکون نہیں ملتا ہے، ائمہ کی برائی کرکے خوش ہوتے ہیں جب کہ انہیں خود اپنی روح کی بیماری کا اندازہ نہیں ہو پاتا۔ اللہ رب العزت سے ہم دعا مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں روح کی بیماری سے محفوظ فرمائے اور ایمان کی حلاوت سے ہمیں محظوظ فرمائے۔

قارئین کرام! پہلا سبب ہم نے مختصراً بیان کیا اور دلائل کی روشنی میں یہ واضح کیا کہ امام اعظم نے حدیث پر عمل نہیں کیا ہے ان کی کچھ وجوہات ہیں اور ان وجوہات کو بھی ہم نے قلم بند کیا، اب آیئے دوسرے سبب کی طرف یعنی ارجا میں امام اعظم کا موقف کیا ہے۔

مسئلہ ارجا میں موقف امام: امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر محدثین کرام کے طعن کا دوسرا سبب ارجا ہے جیسا کہ آپ کے بارے میں منقول ہے جب کہ ارجا کے کئی معانی ہیں، اور تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک ارجا کا جو مذموم معنی ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے قائل نہیں تھے، آیئے اب اس مسئلے پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہیں۔

ارجا کی تعریف: ارجا کا لغوی معنی تاخیر ہے ابن منظور فرماتے ہیں "المرجئة صنف من المسلمین یقولون الایمان قول بلا عمل، کانهم قدموا القول وارجئوا العمل ای أخروه، انهم یرون انهم لو لم یصلوا ولم یصوموا لنجاهم ایمانهم"۔[11]

ترجمہ: مرجئہ مسلمانوں کی ایک جماعت کا نام ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ ایمان قول بلا عمل کا نام ہے، گویا کہ انہوں نے قول

کو مقدم کر دیا اور عمل کو مؤخر کر دیا، کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے نماز و روزہ نہیں ادا کیا تو ان کا ایمان انہیں نجات دلائے گا"

ابن اثیر فرماتے ہیں "وردفی الحدیث ذکر المرجئہ ھم فرقة من فرق الاسلام یعتقدو ن أنه لایضر مع الایمان معصیة کماأنه لاینفع مع الکفر طاعة ،لأن الله أرجأ تعذیبھم علی المعاصی "[12]

ترجمہ "حدیث مبارکہ میں مرجئہ کا ذکر یوں آیا ہے کہ وہ اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ معصیت ضرر نہیں پہونچاتی ہے جیسا کہ کفر کے ساتھ کوئی طاعت فائدے مند نہیں ہوتی ،اس لئے اللہ تعالیٰ نے معاصی پر ان کے عذاب کو مؤخر کر دیا ہے"

ارجا کا یہ مشہور معنی ہے جو مذموم کے ضمن میں آتا ہے ،ارجاء کے کچھ مشروع معانی بھی ہیں اگر ان معانی مشروعہ کا اطلاق کسی کی ذات پر ہو تو پھر اس کی دینداری پر تہمت نہیں باندھی جائے گی اور نہ ہی اسے اہل سنت و جماعت سے خارج گردانا جائے گا، بلکہ اس معنی پر غور کیا جائے گا جس کا اطلاق اس پر ہوا ہے اگر معانی مشروعہ میں سے کسی ایک کا اطلاق اس پر ہو رہا ہے تو وہ گمراہوں کی ٹولی میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

جن معانی مشروعہ کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے ان کو تین معنوں میں منحصر کیا جا سکتا ہے۔

پہلا معنی :سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے بعد دو جنگ کرنے والی جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کو صحیح قرار دینے کے قول کو مؤخر کرنے پر ارجاء کا اطلاق کیا جاتا ہے، علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "منھم من اراد بالارجا أی تاخیر القول فی تصویب احدی الطائفتین المتقابلین بعد مقتل عثمان "

ترجمہ: ان میں سے کچھ ایسے تھے جنہوں نے مؤخر کرنا چاہا یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے بعد آپس میں لڑنے والی دو جماعتوں میں سے کسی ایک کی تصویب وحقانیت کے علم میں میں تاخیر کا ارادہ کیا" (یعنی دونوں جماعتوں میں سے کون حق پر ہے اس کا فیصلہ یوم آخرت اور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے)

لہذا اگر ارجا اس معنی میں ہے تو اس میں کوئی قباحت کی بات نہیں کیوں کہ سب سے پہلے ارجا کے اس معنی مشروع کا جس نے قول کیا ہے وہ جلیل القدر تابعی ابو محمد الحسن بن محمد المدنی ہیں، حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ جس ارجا کے بارے میں کلام ہے اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے"[13]

دوسرا معنی :ارجا کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے جو اللہ کی ذات پر دل سے ایمان لائے ،اور اپنی زبان سے اقرار کرے ،اور عمل کو واسطہ بنائے ،بایں طور کہ اگر اس نے کچھ فرائض ترک کر دیئے ،یا کبائر کا ارتکاب کیا، تو وہ گناہگار مؤمن ہوگا اور عذاب جہنم کا مستحق ہوگا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا ،اللہ چاہے تو اسے معاف فرمادے اور چاہے تو اسے عذاب دے اور اسی طرف اہل سنت وجماعت بھی گئے ہیں اگرچہ اس کی تعبیر میں ان کے مابین کچھ اختلاف ہے۔

علامہ عبدالکریم شہرستانی فرماتے ہیں" وقیل الارجاء تاخیر حکم صاحب الکبیرة الی یوم القیامة"[14]

ترجمہ:"اور کہا گیا ہے کہ ارجا کا معنی ہے صاحب کبیرہ کے حکم کو یوم قیامت تک مؤخر کرنا"

ابوالحسنات علامہ عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں "قدیطلق الارجاء علی اھل السنة والجماعة من مخالفیھم المعتزلة الزاعمین بالخلود النار لصاحب الکبیرة "[15]

ترجمہ:"ارجا کا اطلاق کبھی اہل سنت وجماعت پر ان کے مخالفین معتزلہ کی طرف سے کیا جاتا ہے جو صاحب کبیرہ کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کا گمان کرتے ہیں"

تیسرا معنی :ارجا کا اطلاق کبھی عمل کے مؤخر کرنے پر ہوتا ہے اس طور پر کہ وہ ایمان کے ارکان سے ہو اور یہ احناف کا ارجا ہے علامہ لکھنوی لکھتے ہیں "قدیطلق الارجاء علی الائمة القائلین بان الاعمال لیست بداخلة فی الایمان وبعدم الزیادة

والنقصان وهو مذهب ابی حنیفة واتباعه ،من جانب المحدثین القائلین بالزیادة والنقصان وبدخول الاعمال فی الایمان "۱۷

ترجمہ: "ارجا کا اطلاق ان ائمہ پر کیا جاتا ہے جو اعمال کو ایمان میں داخل نہیں مانتے اور یہ قول کرتے ہیں کہ ایمان کمی اور زیادتی کو قبول نہیں کرتا اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے متبعین کا مذہب ہے، (اور یہ اطلاق ان ائمہ پر) ان محدثین کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ جو ایمان میں کمی اور زیادتی کے قائل ہیں وہ اعمال کو ایمان میں داخل مانتے ہیں"

اس کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں مثلاً حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدریہ اور معتزلہ کی مخالفت کرتے تھے کیوں کہ معتزلہ قدر کے مسئلہ میں اپنے ہر مخالف کو مرجئی کہتے تھے اور یہی حال خوارج میں فرقہ وعیدیہ کا تھا، اس لئے یہ کوئی بعید بات نہیں کہ وہ "مرجئی" لفظ معتزلہ اور خوارج کی طرف سے آپ چسپاں کر دیا گیا ہو، واللہ اعلم بالصواب۔

علامہ ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں "قدعد جماعة الامام ابی حنیفة من المرجئة ولیس هذا الکلام علی حقیقة ،اما اولا،فلانه قال شارح المواقف : کان غسان المرجئی ینقل الارجاء عن ابی حنیفة ویعده من المرجئة وهو افتراء علیه ،قصد به غسان ترویج مذهبه ،بنسبته الی هذ الامام الجلیل"

واما ثانیا :فقد قال الآمدی :ان المعتزلة فی الصدر الاول یقولون من خالفهم فی القدر مرجئا اولانه قال :الایمان لایزید ولاینقص ،ظن به الارجاء بتاخیر العمل من الایمان "۱۷

ترجمہ :ایک جماعت نے امام اعظم ابوحنیفہ کو مرجئہ میں سے شمار کیا ہے اور اس بات کی کوئی حقیقت نہیں ہے ،**اولاً**:اس لئے کہ شارح مواقف فرماتے ہیں، کہ غسان مرجئی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارجا کی روایت کرتا تھا، اور یہ آپ کی ذات پر اس کا افترا تھا کیوں کہ امام اعظم جیسے جلیل القدر عالم کی طرف اسے منسوب کرنے کا مقصد یہ تھا کہ غسان کے مذہب کی ترویج واشاعت ہو (کیوں کہ جب لوگ یہ سنیں گے کہ امام اعظم جیسا جلیل القدر امام مرجئی ہے تو لوگ اس کے مذہب ارجا کو جلدی قبول کر لیں گے)

ثانیاً: یہ کہ علامہ آمدی کا قول ہے کہ ابتدا میں قدر کے مسئلے میں معتزلہ کی جو مخالفت کرتا تھا تو وہ اسے مرجئی کہتے تھے یا اس لئے کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایمان زیادتی اور کمی کو قبول نہیں کرتا تو اس قول سے ارجا گمان کیا گیا یعنی عمل کو ایمان سے مؤخر کرنا"

علامہ زاہد ابن الحسن الکوثری اپنی مایہ ناز تصنیف "تانیب الخطیب" میں لکھتے ہیں "واما الارجاء الذی یعد بدعة فهو قول من یقول لاتضر مع الایمان معصیة ،واصحابنا ابریاء من مثل هذا القول برائة الذئب من دم یوسف علیه السلام "۱۷

ترجمہ :وہ ارجا جسے بدعت شمار کیا جاتا ہے تو یہ ان لوگوں کا قول ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ ایمان کے ساتھ کوئی بھی معصیت ضرر نہیں دیتی اور ہمارے اصحاب (احناف) اس قسم کے قول سے بالکل بری ہیں جس طرح بھیڑیا حضرت یوسف علیہ السلام کے خون سے بری ہے" (ارجا اس معنی میں قبیح ومذموم اور باطل ہے)

علامہ عبدالحی لکھنوی نے بہت ہی نفیس بات لکھی ہے جس کا ذکر اس موقع پر ضروری ہے فرماتے ہیں "ان الارجاء یطلق علی قسمین :احدهما :الارجاء الذی هو ضلال وثانیهما :الارجاء الذی لیس بضلال ،ولایکون صاحبه ،عن اهل السنة والجماعة خارجا ،ولهذا ذکروا ان المرجئة فرقتان :مرجئة الضلالة ومرجئة اهل السنة وابو حنیفة وتلامیذه وشیوخه وغیرهم من الرواة الاثبات انما عدوا من مرجئة السنة لامرجئة اهل الضلالة "۱۸

ترجمہ :ارجا کا اطلاق دو قسموں پر ہوتا ہے ان میں سے ایک وہ ارجا ہے جو گمراہی ہے، اور دوسرے وہ جو گمراہی نہیں ہے اور اس کا قائل اہل سنت وجماعت سے خارج نہیں ہوگا، اسی لئے کہتے ہیں کہ مرجئہ کے دو فرقے ہیں ایک مرجئة الضلالة اور دوسرے مرجئة السنة ،حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے شیوخ وتلامذہ اور دیگر راویان

کرام کو مرجئۃ السنۃ میں سے شمار کیا جاتا ہے نہ کہ مرجئۃ الضلالۃ میں ان کا شمار ہوتا ہے"

علامہ سید مرتضیٰ صاحب عقود الجواہر المنیفہ میں فرماتے ہیں

"واما نسبة الارجاء اليه فغير صحيح فان اصحاب الامام كلهم على خلاف راى اصحاب الارجاء ،فلو كان ابو حنيفة مرجئا لكان اصحابه على رايه ودينه الآن موجودون على خلاف ذلك ،واذا اجمع الناس على امر وخالفهم واحد اواثنان لم يلتفت الى قول ولم يصدق فى دعواه حتى ان الصلاة عند ابى حنيفة خلف المرجئة لاتجوز ،ومن اجمع الامة على انه احد الائمة الاربعة المجمع عليهم لايقدح فيه قول من لايعرفه الابعض المحدثين"[18]

ترجمہ: ترجمہ امام صاحب کی طرف ارجا کی نسبت صحیح نہیں، کیونکہ امام صاحب کے سارے اصحاب مرجئہ کے عقائد کے خلاف ہیں لہذا اگر امام ابوحنیفہ مرجئی ہوتے تو آپ کے اصحاب بے شک آپ کی رائے پر ہوتے ،حالانکہ وہ اب تک اس کے خلاف پر قائم ہیں اور جب لوگ کسی امر پر متفق ہوں اور ایک یا دو ان کے مخالف ہوں تو ایک یا دو کے قول کی طرف التفات نہ کی جائے گی ،اور اسے اپنے دعوے میں سچا نہ سمجھا جائے گا ، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرجئہ کے پیچھے نماز جائز نہیں ،امت کا اس پر اجماع ہے کہ امام ابوحنیفہ ان ائمہ اربعہ میں سے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے ،لہذا آپ کی ذات میں ایسے شخص کا قول قادح نہ ہوگا جس کو سوائے بعض محدثین کے کوئی اور نہ جانتا ہو"

مخالفت کا تیسرا سبب حسد: قارئین کرام! سراج امت امام اعظم علیہ الرحمہ کی جلالت شان کی چند جھلکیاں میں ابتدا ہی میں پیش کر چکا ہوں جس سے آپ کے علمی رعب ودبدبہ کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا ،آپ کے مداحوں نے جہاں آپ کی تعریف وتوصیف کی ہے اور آپ کے علمی شہ پاروں کو اجاگر کیا ہے وہیں آپ کے مخالفین نے آپ کی ذہانت وفطانت اور آپ کی دقت نظر کی تاب نہ لاکر حسد میں بہت سارے القابات اور اتہامات آپ کی ذات پر چسپاں کر دیئے ،اور ایسا تو ہر جلیل القدر اور ہر عظیم المرتبت شخصیت کے سلسلہ میں ہر زمانے میں ہوتا آیا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ،علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں "كان يقال :يستدل على نباهة الرجل من الماضين بتباين الناس فيه ،قالوا :الاترى الى على بن ابى طالب انه هلك فيه فئتان ،افرط ومبغض فرط ،وهذه صفة اهل النباهة"[19]

ترجمہ: کہا جاتا تھا کہ گزرے ہوئے لوگوں کی سمجھداری اور ہوشیاری کو پرکھنے کے لئے لوگوں کے ان کے بارے میں مختلف الرائے ہونے سے استدلال کیا جاتا تھا، کہتے ہیں کیا آپ حضرت علی بن ابی طالب کو نہیں دیکھتے کہ آپ کے بارے میں دو جماعتیں ہلاک ہوگئیں ،حد سے زیادہ محبت کرنے والی جماعت ،اور حد سے زیادہ دشمنی کرنے والی جماعت ،اور یہ اہل خرد کی صفت ہے"

امام ابوزہرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وان هذه الكلمة الصادقة كل الصدق تنطبق على ابى حنيفة ،فقد تعصب له ناس حتى قاربوا به منازل النبيين المرسلين ،فزعموا ان التوراة بشرت به ،وتعصب ناس عليه فرموه بالزندقة والخروج عن الجادة فتجاوزوا فى طعنهم حد النقد السليم"[20]

ترجمہ: "یہ سچا کلام مکمل طور پر امام اعظم ابوحنیفہ کی ذات پر منطبق ہوتا ہے، چنانچہ کچھ لوگوں کا میلان آپ کی طرف اتنا ہوا کہ آپ کو انبیا ومرسلین کے درجہ تک لے گئے اور یہ گمان کر بیٹھے کہ توریت نے آپ کی بشارت دی ہے ،اور کچھ لوگوں نے آپ کے ساتھ ایسا متعصبانہ رویہ اختیار کیا، کہ آپ کو زندیق اور صراط حق سے خارج کہہ ڈالا اور آپ کو لعن وطعن کرنے میں منصفانہ تنقید کی حد سے تجاوز کر گئے"

اس بارے میں ایک روایت ہے کہ فقیہ شام معاصر امام ابوحنیفہ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ وہ مبتدع کون ہے جسے کوفہ سے نکالا گیا اور اس کی کنیت ابوحنیفہ ہے؟ اس پر عبداللہ بن مبارک اس کے فہم وادراک کا طریقہ بتانے لگے اور ان مسائل پر فتوی کا ذکر کرنے لگے ،تو امام اوزاعی نے پوچھا یہ فتوی دینے والے کون ہیں؟ تو عبداللہ بن مبارک نے کہا ایک شیخ ہیں جن سے میں عراق

میں ملا، تو امام اوزاعی نے کہا یہ تو بہت سمجھ بوجھ والے شیخ معلوم ہوتے ہیں، میں ان کے پاس جاؤں گا اور ان سے خوب علم حاصل کروں گا، تو ابن مبارک نے برجستہ کہا یہی تو امام اعظم ابوحنیفہ ہیں۔

عبدالعزیز بخاری نے تو بہت ہی عمدہ بات کہی ہے، فرماتے ہیں "وقد طعن الحساد فی الامام ابی حنیفة حتی صنفوا فی طعنه کتبا ورسائل ولکن لم یزده طعنهم الاشرفا وعلوا ورفعة بین الانام وسموا فذاع مذهبه فی الدنیا واشتهر، وبلغ اقطار الارض نورعلمه وانتشر، وقدعرف من له ادنی بصیرة وانصاف، وجانب عن التعسف والاعتساف، ان کل ماقالوه افتراء ومثله عنه براء"[21]

ترجمہ: "امام اعظم ابوحنیفہ کے حاسدین نے یہاں تک آپ کی ذات کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا کہ ان کی مخالفت میں مستقل کتابیں اور رسالے لکھ بیٹھے، لیکن ان کے طعن وتشنیع سے صرف آپ کی عزت ومرتبہ میں اضافہ ہوا، مخلوق کے درمیان آپ کی قدر ومنزلت کو بڑھاوا ملا، اور پوری دنیا میں آپ کا مذہب خوب پھیلا، آپ کے علم کی روشنی ساری دھرتی پر پھیل گئی۔ جس کے اندر تھوڑی سی بھی بصیرت اور انصاف ہے اور جو بے راہ روی اور کج فہمی سے گریز کرتا ہے اسے یہ بات اچھی طرح معلوم ہے لہذا جو کچھ حاسدین نے کہا ہے وہ محض آپ کی ذات پر افترا ہے اور اس طرح کے اقوال سے آپ بری ہیں"

سچی بات تو یہ ہے کہ مذہب حنفی کا یہ سرسبز وشاداب چمن جو پوری دنیا میں اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ لہرا رہا ہے وہ صرف اپنے ذاتی محاسن اور حقانیت کی وجہ سے ہے اگر یہ مذہب حق نہ ہوتا تو امام اعظم اور امام ابو یوسف علیہما الرحمہ کے بعد جلد ناپید ہو جاتا مگر ہم اس کے برعکس یہ دیکھتے ہیں کہ حاسدوں کی تمام تر مخالفت کے باوجود یہ حنفی چمن خوب لہلہا رہا ہے اور جنہوں نے بھی مذہب حنفی کی تخریب کی سعی کی تو نتیجہ یہ ہوا کہ خود ان کے مذہب کا وجود مٹ گیا۔ مذہب امام اعظم زندہ باد!

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ متبعین اور مخالفین سب کے لئے اس مضمون کو نفع وہدایت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم)

ماخذ ومراجع

(۱) الخیرات الحسان، الفصل الثلاثون، ص ۱۴۳ مطبوعہ: مطبعہ خیریہ مصر طباعت ۱۳۱۴ھ

(۲) تبییض الصحیفۃ، جلال الدین سیوطی، ص ۳۷ مطبوعہ: دار الوعی حلب، شام طباعت اول ۱۴۲۸ھ طباعت دوم ۲۰۰۷ء

(۳) الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء ابن عبدالبر ص ۱۹۶،

(۴) تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ج ۱۳ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، (۴) تاریخ بغداد، ج ۱۳ ص ۳۴۴/ (۵) تہذیب الکمال، یوسف بن عبدالرحمن المزی: بشارت عواد ۲۹/ص ۴۲۹ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، طباعت اول ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء (۶) میزان الشریعۃ الکبری، امام عبدالوہاب شعرانی، فصل نقل عن الامام احمد..... ص ۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان (۷) تبییض الصحیفۃ، امام جلال الدین سیوطی، ص ۲۸/ (۸) دیوان الامام الشافعی ص ۸۱، ۸۲/ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان، طباعت ثالثہ ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء (۹) الخیرات الحسان، الفصل الثانی ص ۱۰۹۔ (۱۰) صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب اذا لم یوقت فی الخیار..... حدیث نمبر ۲۱۰۹۔ (۱۱) تذکرۃ الحفاظ، امام ذہبی ج ۱/ حدیث نمبر ۱۶۸۔ (۱۲) عقود الجمان، محمد بن یوسف الصالحی ص ۳۱۹، مطبوعہ: مطبعۃ المعارف الشرقیہ حیدر آباد انڈیا سن طباعت ۱۴۱۶ھ۔ (۱۳) لسان العرب، ابن منظور مادہ "رجاء" (۱۴) النہایۃ، ابن اثیر، ج ۲/ص ۲۰۶: مکتبہ علمیہ بیروت، سن طباعت ۱۳۹۹ھ (۱۵) ھدی الساری، علامہ حافظ ابن حجر ص ۴۵۹ مطبوعہ: دار المعرفہ بیروت، سن طباعت ۱۳۷۹ھ (۱۶) تاریخ الاسلام، امام ذہبی ج ۳/ص ۳۵۸ بیروت لبنان طباعت اولی ۱۴۰۷ھ (۱۷) الملل والنحل، علامہ شہرستانی، ج ۱/ص ۱۳۹ مطبوعہ: موسسۃ الحلبی وشرکاء قاہرہ مصر (۱۸) الرفع والتکمیل، ابوالحسنات لکھنوی، تحقیق، علامہ عبدالفتاح ابوغدہ، ص ۳۶۶ مطبوعہ: مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ حلب، شام طباعت ثالثہ ۱۴۰۷ھ (۱۹) الرفع والتکمیل ص ۳۶۷ (۲۰) الخیرات الحسان ص ۲۳۴ (۲۱) تانیب الخطیب، علامہ زاہد بن الحسن الکوثری ص ۶۶، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، سن طباعت ۱۴۰۱ھ

تجلیات نعت

نعت پاک

از: اشفاق تابش قادری پورن پور

کیوں جمیں اہل زمانہ میں کسی پر آنکھیں
جلوۂ شاہ امم سے ہیں منور آنکھیں
روضۂ سرور کونین جنہوں نے دیکھا
ان کے قدموں پہ فدا دل ہے نچھاور آنکھیں
آسماں سے وہ گزرے تھے جو معراج کی شب
راہ میں بیٹھے بچھا کے مہ واختر آنکھیں
نقش پا سرورعالم کا نظر آجائے
بخش دے مجھ کو بھی ایسی مرے داور آنکھیں
جس کے دیدار سے جنت کی سند ملتی ہے
دیکھ لیں کاش !وہی روضۂ اطہر آنکھیں
یاد محبوب خدا میں جو رہیں ہر دم نم
رب کے نزدیک ہیں اشفاق وہ بہتر آنکھیں

نعت پاک

از: ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی، نیپال

نبی کی نعت کہنے کا ارادہ کرلیا جائے
تو پہلے عشق سے ایمان تازہ کرلیا جائے
اگر محشر کی رسوائی سے بچنا ہے تو آقا کی
محبت کا دلوں پہ نقش تازہ کرلیا جائے
بیان مصطفیٰ سے قبل اس دل کے دریچے میں
محبت کی شمع کی لو کو زیادہ کرلیا جائے
مدینے میں اگر جانے کا شوق صدق رکھتا ہے
تو پہلے عارض ایماں پہ غازہ کرلیا جائے
بسانا ہے اگر دل میں محمد (ﷺ) کی محبت کو
تو لوح دل کے ہر خانہ کو سادہ کرلیا جائے
مرے محبوب کے عشاق رضواں آنے والے ہیں
در و دیوار پر کچھ رنگ تازہ کرلیا جائے
وصی جی آپ جیسی بات کرتے ہیں، اسی جیسے
کسی سانچے میں ڈھلنے کا ارادہ کرلیا جائے

فیضان عقیدت

تہنیت بموقع سہرا بندی

شہزادۂ عالی جاہ حضرت الحاج محمد حسن رضا خاں عرف نوری میاں
خلف اصغر مخدوم گرامی حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں
سبحانی میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف
بتاریخ: ۲۰ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ مطابق ۸/ اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز پیر

از: مولانا معین الدین خان برکاتی استاذ منظر اسلام بریلی شریف

رب سلم گنگناؤ گاؤ سہرا نور کا
النکاح سنتی پیارا ہے تحفہ نور کا
آدم وحوا کا جنت میں تھا جوڑ ا نور کا
رب سلم کا مہر باندھا گیا تھا نور کا
وجہ تخلیق دوعالم ہیں حبیب کبریا
بخشش امت کا ان کے سر ہے سہرا نور کا
غوث وخواجہ کا کرم اور برکتیں برکات کی
نوروالوں کے سبب نوری ہے سہرا نور کا
اعلیٰ حضرت ہیں مجدد دین کے سب سے بڑے
ان پہ علم وفضل کا جچتا ہے سہرا نور کا
حجۃ الاسلام کا اور مفتی اعظم کا ہے
نوری سایہ سر پہ جس سے ہے یہ سہرا نور کا
شاہ جیلانی میاں کے منتخب ریحان سے
کھل گیا ہے آج ارمانوں کا سہرا نور کا
گلشن ریحان میں گل غنچہ پتی شاخ سب
فرحتوں میں جھومتے گاتے ہیں سہرا نور کا
صاحب سجادہ حضرت شاہ سبحانی میاں
شادمانی ان کی اوڑھے ہے دوشالہ نور کا
حضرت پیرانی امی ام نوشہ شاد ماں
سج گیا ہے ان کے ارمانوں کا سہرا نور کا

ہیں حسن نوری میاں نوشہ گلوں کے درمیاں
اور مبارک ہو سلامت کا ہے سہرا انور کا
خواہر و چاچی ممانی پھوپھیاں عظمت نشاں
فرحتوں کا سب کے چہروں پر ہے پہرہ نور کا
حضرت انجم میاں نجم ہدایت کا سراغ
ان کے عکس حسن سے لگتا ہے سہرا نور کا
حضرت توقیر ہیں شان شجاعت کے دھنی
ان کی جلوت سے بنا خوشیوں کا سہرا نور کا
حضرت توصیف چاچا کی ہے وہ شان عظیم
جن کی طلعت سے ہوا سہرے میں جلوہ نور کا
حضرت تسلیم چاچا مطلع انوار ہیں
ان کی تابش سے ہے سہرا جگمگاتا نور کا
حضرت احسن میاں غواص بحر شادیاں
ان کی خوشیوں سے ہے چہروں پر اجالا نور کا
شادماں کوثر علی نانا بہت ہیں بے گماں
دیکھا جو رخ پر نواسے کے ہے سہرا نور کا
فرحت و بہجت میں ہیں اب سید آصف میاں
سنت اقدس سے ہے پُرنور سہرا نور کا
ماموں راشد تو نہیں پھولے سماتے آج ہیں
ان کی کوشش سے بنا سہرا ہے ہالہ نور کا
ماموں ارشد بھی بہت مسرور ہیں گویا ہیں یہ
آرزوؤں کا کنول ہے یا کہ سہرا نور کا
رضوی میخانے کے ساقی اور میکش شاد ہیں
مرحبا کا ہے لبوں پر پیارا سہرا نور کا
گلبن رضوی سے برکاتی نے چن کر چند گل
پھر پرویا نوری کا نورانی سہرا نور کا

تبریک بموقع شادی خانہ آبادی

صاحبزادۂ بلند اقبال حضرت الحاج محمد حسن رضا خاں عرف نوری میاں

خلف اصغر صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ
محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ العالی

بتاریخ: ۲۰ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ مطابق ۸/ اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز پیر

از: مولانا محمد ظہور الاسلام نازش نوری

خدا کے فضل سے ہے نعمت بے انتہا سہرا
محمد مصطفیٰ صل علیٰ کی ہے عطا سہرا
پسند چشم سرکار شہ غوث الوریٰ سہرا
امام اہلسنت اعلیٰ حضرت کی دعا سہرا
خوشی کا وقت ہے اللہ کی رحمت برستی ہے
بندھا نوری میاں کے سر پہ سہرا مرحبا سہرا
خوشی میں والد ماجد شہ سبحاں رضا بولے
بہت ہی خوب ہے بیٹے کے سر پر مرحبا سہرا
ہوئی ہیں والدہ خوش دیکھ کر بیٹے کے سہرے کو
کہ دل کے آج ان کی آرزوؤں کا بندھا سہرا
چچا نوشہ کے سارے یوں دعا دیتے ہیں نوشہ کو
الہ العلمیں یوں ہی رہے جلوہ نما سہرا
چچی دولہا کی ساری یوں دعا دیتی ہیں دولہا کو
ہمیشہ پھولتا پھلتا رہے رب العلیٰ سہرا
یہ بھائی حضرت احسن میاں بھی شاد و فرحاں ہیں
بہاریں لیکے ان کے دل کی دیکھو آگیا سہرا
ہر اک سو صحن گلشن پر بساط عیش پھیلی ہے
بہن نے بھائی نوری کو دیا نوری فزا سہرا
خوشی میں مست ہو کر حضرت آصف میاں بولے
دماغ و دل پہ ان کے نور بن کے چھا گیا سہرا
نواسہ بن گیا دولہا تو نانا اس طرح خوش ہیں
کہ جیسے آج تو ان کے بھی سر پر بندھ گیا سہرا
نہ کیوں رنگ محبت ہو یہ نازش تیرے سہرے میں
بفیض حضرت مفتی اعظم جو لکھا سہرا

اشرفعلی تھانوی اور شاعر مشرق کا

اعتراف حقیقت

مولاناطارق انور مصباحی (کیرلا)

کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان کے مسائل بدیہی البطلان ہیں--وہابیہ کو بھی معلوم ہے کہ-- حضرت سید دو عالم ﷺ کی شان مبارک میں کی جانے والی بے ادبیاں یقیناً کفر ہیں --اسی حقیقت کا اعتراف اشرف علی تھانوی نے دبے لفظوں میں کیا--اور کہا کہ--علمائے بریلی، عشق نبوی کی وجہ سے ہمیں کافر کہتے ہیں--لیکن ہم انہیں کافر نہیں کہتے--یعنی اگر علمائے بریلی کا فتوئے تکفیر از روئے اسلام غلط ہوتا تو ہم علمائے بریلی کو کافر کہہ سکتے تھے--کیونکہ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہوتا ہے--لیکن یہاں تو حال یہ ہے کہ ہماری تحریروں میں کفریات بھرے پڑے ہیں--اس کا حکم، تکفیر ہی ہے--لیکن ہمیں فتوئے تکفیر کی قبولیت سے انکار ہے۔

فتاویٰ دار العلوم دیوبند مرتبہ محمد شفیع دیوبندی میں مرقوم ہے کہ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے متبعین کو کافر کہنا صحیح نہیں ☆-☆انور شاہ کشمیری کے ملفوظات میں ہے--میں جماعت دیوبند کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ حضرات دیوبند--بریلوی علمائے کی تکفیر نہیں کرتے (ملفوظات محدث کشمیری ص ۶۹)

(۱) اشرف علی تھانوی نے کہا--ہماری طرف سے کوئی لڑائی نہیں --وہ نماز پڑھائیں تو ہم پڑھ لیتے ہیں--ہم پڑھائیں تو وہ نہیں پڑھتے۔(الافاضات الیومیۃ ج ۵ ص ۲۲۰)

(۲) اشرف علی تھانوی نے کہا-- میرے دل میں احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد احترام ہے--وہ ہمیں کافر کہتے ہیں--تو عشق رسول کی بنا پر--اور کسی غرض سے تو کافر نہیں کہتے ۔(ماہنامہ چٹان ص ۲۳-اپریل ۱۹۶۲ء)

(۳) تھانوی کا قول ہے--ممکن ہے ان (احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ) کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسول ہی ہو۔(اشرف السوانح ج ۱ ص ۱۲۸)

(۴) ایک شخص نے مولانا تھانوی سے پوچھا کہ ہم بریلی والوں کے پیچھے نماز پڑھیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟--فرمایا-ہاں-ہم ان کو کافر نہیں کہتے-گرچہ وہ ہمیں کہتے ہیں۔(مجالس الحکمت ص ۲۱۵-فصص الاکابر ص ۱۰۰-کتب خانہ اشرفیہ دہلی)

(۵) اشرف علی تھانوی نے کہا--ہم بریلی والوں کو اہل ہوا کہتے ہیں-اہل ہوا کافر نہیں۔(-فصص الاکابر ص ۱۰۰-کتب خانہ اشرفیہ دہلی)

(۶) اسوۂ اکابر میں ہے کہ "حضرت مولوی اشرف علی تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھ کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا۔(اسوۂ اکابر ص ۱۸-مطبوعہ دیوبند)

شاعر مشرق اور مسلک اہلسنت : ڈاکٹر اقبال نے کہا-قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں-لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے-اور دونوں اس تحریک کے پیداوار ہیں جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے۔(اقبال کے حضور ص ۲۶۲-سید نذیر نیازی-اقبال اکیڈمی کراچی)

وصیت "اقبال"

مولانا منشا تابش قصوری پاکستانی نے تحریر فرمایا--۱۹۳۵ء میں ڈاکٹر اقبال نے اپنی گرتی ہوئی صحت کے پیش نظر وصیت لکھنے کا فیصلہ کیا--اس سلسلہ میں آپ نے ایک دستاویز ۱۳/اکتوبر ۱۹۳۵ء کو تیار کی--جو" روزگار فقیر" جلد دوم مرتبہ فقیر سید وحید الدین کے

صفحات نمبر ۵۶ تا ۵۹ پر درج ہے۔ اس کے چند روز بعد اقبال نے ایک اور تحریر تیار کی، جس میں آپ نے خاص طور پر اپنے فرزند ارجمند جاوید اقبال کو وصیت کی ہے-- علامہ اقبال کی یہ نادر تحریر اقبالیات کے مشہور ماہر جناب محمد عبداللہ قریشی کا عطیہ ہے۔

"جاوید کو میری عام وصیت یہی ہے کہ وہ دنیا میں شرافت اور خاموشی کے ساتھ اپنی عمر بسر کرے-- اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ہمیشہ خوشگوار تعلقات رکھے-- میرے بڑے بھائی کی اولاد سب اس سے بڑی ہے، ان کا احترام کرے-- اور اگر ان کی طرف سے کبھی سختی بھی ہو تو برداشت کرے-- دیگر رشتہ داروں کو اگر اس سے مدد کی ضرورت ہو اور اس میں مدد کی توفیق ہو-- تو اس سے کبھی دریغ نہ کرے۔ جو لوگ میرے احباب ہیں، ان کا ہمیشہ احترام ملحوظ رکھے اور ان سے اپنے معاملات میں مشورہ لیا کرے۔

باقی دینی معاملے میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے عقائد میں بعض جزوی مسائل کے سوا، جو ارکان دین میں سے نہیں ہیں-- سلف صالحین کا پیرو ہوں اور یہی راہ بعد کامل تحقیق محفوظ معلوم ہوتی ہے-- جاوید کو بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ اسی راہ پر گامزن رہے-- اور اس بدقسمت ملک ہندوستان میں مسلمانوں کی غلامی نے جو دینی عقائد کے نئے فرقے مختص کر لئے ہیں، ان سے احتراز کرے۔

بعض فرقوں کی طرف لوگ محض اس واسطے مائل ہو جاتے ہیں کہ ان فرقوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے دنیوی فائدہ ہے۔ میرے خیال میں بڑا بدبخت ہے وہ انسان جو صحیح عقائد کو مادی منافع کی خاطر قربان کر دے-- غرض یہ ہے کہ طریقہ حضرات اہلسنت محفوظ ہے اور اسی پر گامزن رہنا چاہئے-- اور ائمہ اہل سنت کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھنی چاہئے۔

محمد اقبال

۱۷/ اکتوبر ۱۹۳۵ء (اوراق گم گشتہ ص ۶۸-۴۶۷- مرتبہ رحیم بخش شاہین- مطبوعہ لاہور- دعوت فکر ص ۸)

تاثرات "اقبال"

مولانا منشا تابش قصوری پاکستانی نے تحریر فرمایا- ۱۹۳۴ء میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی ڈاکٹر اقبال سے ملاقات ہوئی۔ حضرت حجۃ الاسلام نے علمائے دیوبند کی گستاخانہ عبارات سنائیں تو ڈاکٹر صاحب نے بے ساختہ مندرجہ بالا تبصرہ کیا۔ (اس واقعہ کے راوی ہیں حضرت استاذ العلماء مفتی تقدس علی خاں مدظلہ العالی جو حضرت حجۃ الاسلام کے شاگرد و خلیفہ اور داماد ہیں اور طویل عرصہ تک دارالعلوم منظر الاسلام بریلی شریف کے منتظم رہے ہیں-- ان دنوں آپ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ (سندھ) کے شیخ الجامعہ ہیں۔ ذیل میں ان کا ایک مکتوب پیش کیا جا رہا ہے)

"غالباً یہ ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے جب کہ مسجد وزیر خاں میں آخری فیصلہ کن مناظرہ کا اہتمام کیا گیا تھا-- حضرت حجۃ الاسلام قبلہ قدس سرہ بہ نفس نفیس لاہور تشریف لے گئے تھے اور مولوی اشرف علی تھانوی کو خصوصی دعوت دے کر ان کے لئے ڈبہ ریزرو کر کے ان کی آمد کا انتظام کیا گیا تھا-- لیکن باوجود اصرار کے وہ نہیں آئے۔

اسی موقع پر کسی مقام پر حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ اور ڈاکٹر اقبال صاحب مرحوم کی ملاقات ہوئی۔ حضرت موصوف نے واپسی پر بریلی شریف کے چند احباب کے سامنے یہ تذکرہ فرمایا کہ-- دیوبندی حضرات کی گستاخانہ عبارتیں ڈاکٹر صاحب موصوف کے سامنے پڑھی گئیں-- تو ڈاکٹر صاحب نے بے ساختہ کہا:

"مولانا!-- یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں-- ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا-- ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑ جانا چاہئے" (علامہ محمد اقبال)

تقدس علی قادری رضوی بریلوی

مورخہ ۱۲ ماہ خاص ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ (دعوت فکر ص ۱۰۶)

شیخ الدیابنہ حسین احمد مدنی ٹانڈوی نے کہا- "قومیں اوطان سے بنتی ہیں"- اس کے جواب میں ڈاکٹر اقبال نے کہا- ﴿باقی صفحہ ۳۰ پر﴾

محاسبہ

البانی کا علمی معیار

(پہلی قسط)

وہابیوں اور سلفیوں کے ''محدث اکبر'' ناصر الدین البانی کی علمی خیانتوں اور جہالتوں کو اجاگر کرتی ایک دستاویزی تحریر

ڈاکٹر امین غزنوی (کرناٹک)

وہابیہ ودیابنہ اپنے عقائد باطلہ کے اثبات اور اہلسنت کے عقائد حقہ کے ابطال کے لئے اپنے روز پیدائش ہی سے ہر طرح کا ہتھکنڈا استعمال کرنے کو جائز سمجھتے آئے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان لوگوں نے آیات قرآنیہ کے معانی ومفاہیم میں تبدیلی، احادیث کریمہ میں تحریف حدیث صحیح کی تضعیف، حسن کو مجروح، ثقہ راویوں کو مطعون اور عادل راویوں کو مجروح تک بناڈالا۔ طعن وتعاقب کرنے پر آئے تو امام بخاری وامام مسلم تک کو نہ بخشا۔ دور حاضر میں ''ناصر الدین البانی'' وہابیوں کے نزدیک امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ سے کم درجہ نہیں رکھتا۔ اس کی تحقیق کی تقلید یہ لوگ آنکھ بند کرکے کرتے ہیں یہ وہ شخص ہے کہ جس نے احادیث کریمہ کی تحقیق وتخریج کے نام پر ایسی ایسی علمی خیانتیں کی ہیں کہ الامان والحفیظ زیر نظر مضمون میں ڈاکٹر امین غزنوی صاحب نے اس کی ان ہی خیانتوں کو مضبوط دلائل سے اجاگر کیا ہے۔ (محمد سلیم بریلوی)

عہد حاضر کے علمائے اہل حدیث کی حدیث دانی اور فن حدیث میں ان کی لاعلمی اسی طرح فن جرح وتعدیل میں ان کی بے مثال فریب کاریوں اور غیر معمولی تحریفات کو اجاگر کرنا بہت ضروری ہے۔ سردست سلفیوں کے محدث اکبر ناصر الدین البانی م ۱۳۹۹ھ کی علمی خیانتوں کے کچھ نمونے سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔

علامہ محمود سعید ممدوح کی کتاب ﴿رفع المنارۃ لتخریج احادیث التوسل والزیارۃ - مطبوعہ دار الامام النووی عمان﴾ اور علامہ حسن بن علی سقاف کی کتاب ﴿تناقضات الالبانی الواضحات - مطبوعہ دار الامام النووی عمان﴾ کے چند اقتباسات زینت قرطاس ہیں۔

مسند دارمی

احادیث توسل میں علمی خیانتیں:

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی م ۲۵۵ھ نے بیان کیا ﴿حدثنا ابو النعمان ثنا سعید بن زید ثنا عمرو بن مالك النكرى حدثنا ابو الجوزا أوس بن عبد الله قال - قُحط اهل المدينة قحطًا شديدًا فشكوا الى عائشة فقالت انظروا الى قبر النبى صلى الله عليه وسلم فاجعلوا منه كوًا الى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف قال ففعلوا فمُطِرنا مطرًا حتى نبت العشب وسمُنَتِ الابلُ حتى تفتقت من الشحم فسمى عام الفتق﴾ (مشکوۃ ص ۵۴۰ - سنن الدارمی ج ۱ ص ۴۳ - دار الفکر بیروت)

(ت) ایک مرتبہ اہل مدینہ کو سخت قحط سالی درپیش آئی - لہذا اہل مدینہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاکر یہ تشویشناک حالات بیان کئے - تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے پاس جاؤ اور اس میں آسمان کی جانب ایک روشن دان بناؤ - اس طرح بنادو کہ روضۂ رسول ﷺ اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ ہو - راوی نے کہا کہ لوگوں نے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا - لہذا ہمیں خوب بارش پہونچی یہاں تک کہ سبزہ زار اگ آئے اور اونٹ اتنے موٹے ہوگئے لگتا تھا کہ یہ اونٹ چربی سے پھٹ پڑیں گے - لہذا اس سال کا نام عام الفتق رکھا گیا۔

توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم: - چونکہ یہ

حدیث توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔ لہذا البانی کی رگ خیانت پھڑک اٹھی اور قصد کرلیا کہ وہ اس حدیث پر ضرور جرح کرے گا اور کچھ عیب نکالنے کی کوشش کرے گا حالانکہ حافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری م ۶۵۶ھ صاحب الترغیب والترھیب اور حافظ نورالدین ہیثمی م ۸۰۷ھ مؤلف مجمع الزوائد نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ البانی نے اس میں کیا خیانتیں کیں انہیں ایک عربی عالم کی تحریر میں پڑھیے۔

علامہ محمود سعید ممدوح نے لکھا ﴿واذقدتبين لك ثقة عمروبن مالك النكرى فلك ان تعجب من قول الالبانى فى ضعيفته (ج ۱ ص ۱۳۱) تعقيبًا على الحافظين المنذرى والهيثمى اذ حَسَّنَا لعمروبن مالك النكرى — قال الالبانى وفيما قالاه نظرفان عمرًاهذا لم يوثقه غيرابن حبان وهومتساهل فى التوثيق حتى انه ليوثق المجهولين عندالائمة النقادالخ قلت — تقدم قبول توثيق ابن حبان له ومحل العجب من الالبانى حيث قال فى تعليقه على ﴿فضل الصلاة على النبى صلی اللہ علیہ وسلم ص ۸۸﴾ عمروبن مالك النكرى وهوثقة كماقال الذهبى — ثم عادووثّقه مرةً اخرى فى صحيحته (ج ۵ ص ۶۰۸) ومحل العجب انه يصحح ويضعف وفق غرضه وهواه ولهذا يكثرالتناقض منه ويترك القواعد نعوذ بالله تعالى من الهوى والمناكدة﴾ (رفع المنارة ص ۲۰۸)

(ت) جب آپ کے سامنے عمرو بن مالک نکری کا ثقہ ہونا ظاہر ہوگیا تو یہ حق حاصل ہے کہ تم البانی کے اس قول پر تعجب کرو جو اس نے حافظ منذری اور حافظ ہیثمی پر تعاقب کرتے ہوئے ﴿سلسلة الاحاديث الضعيفة ج ۱ ص ۱۳۱﴾ میں نقل کیا ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں حضرات نے عمرو بن مالک نکری کی حدیث کو حسن قرار دیا۔ البانی نے ان دونوں حضرات پر طعن کرتے ہوئے کہا۔ اور جو ان دونوں نے کہا، اس میں اعتراض ہے۔ اس لئے کہ اس عمرو بن مالک نکری کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا۔ اور ابن حبان ثقہ قرار دینے میں متساہل ہیں یہاں تک کہ وہ ان لوگوں کی بھی توثیق کردیتے ہیں کہ جو ائمہ جرح وتعدیل کے یہاں مجہول ہیں۔

علامہ محمود سعید نے اس البانی کی اس خیانت پر گرفت کرتے ہوئے فرمایا: حالانکہ البانی کے محدث ابن حبان کی توثیق کو قبول کرنے کی بات گذر چکی ہے (کیونکہ البانی نے ابن حبان کی توثیق کو اپنے فائدے کی جگہ میں قبول کیا ہے اور یہاں ابن حبان کی توثیق کو قبول کرنے سے منکر ہوگیا) حیرت کا مقام تو یہ ہے کہ البانی نے کتاب ﴿فضل الصلوٰة على النبى صلی اللہ علیہ وسلم﴾ پر تحریر کردہ اپنے حاشیہ (ص ۸۸) میں کہا۔ عمرو بن مالک نکری ثقہ ہے جیسا کہ ذہبی نے کہا۔ پھر عمرو بن مالک نکری کی دوسری مرتبہ توثیق کا ذکر کی اور یہاں توسل والی حضرت عائشہ کی حدیث میں عمرو بن مالک کی تضعیف کردی۔ یہ ہے البانی کی علمی خیانت۔ اپنی کتاب ﴿سلسلة الاحاديث الصحيحة﴾ تعجب کا مقام یہ ہے کہ البانی اپنی غرض اور اپنی خواہش کے مطابق (حدیث کو) صحیح اور ضعیف قرار دیتا ہے اور اسی لئے اس سے تناقض بہت واقع ہوتا ہے۔ اور وہ قواعد کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہم اتباع ہوئی اور تنگ دلی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

سنن ابن ماجه: امام ابن ماجہ قزوینی م ۲۷۵ھ نے روایت کیا ﴿حدثنا محمد بن سعيدبن يزيد بن ابراهيم التسترى حدثناالفضل بن الموفق ابوالجهم ثنافضيل بن مرزوق عن عطية عن ابى سعيدالخدرى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم — من خرج من بيته الى الصلوة فقال اللهم انى اسئلك بحق السائلين عليك واسئلك بحق ممشاى هذا فانى لم اخرج اشرًا ولا بطرًا ولا رياء ولا سمعة وخرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك فاسئلك ان تعيذنى من النارو ان

تغفرلی ذنوبی انه لایغفر الذنوب الانت–اقبل الله علیه بوجهه واستغفرله سبعون الف ملك﴾(ابن ماجه ص۵۶)

(ت) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلے اور کہے۔ یا اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے وسیلے سے الخ۔

توسل بالصالحین:- چونکہ اس حدیث میں توسل بالصالحین کا بیان ہے- پھر بھلا محدث وہابیہ البانی کی نظر سے گذر کر یہ حدیث سلامت کیسے رہ سکتی ہے- البانی نے اس صحیح حدیث کو مضطرب بناڈالا۔

علامہ محمود سعید نے لکھا﴿اغرب الالبانی فادعی فی ضعیفته (ج۱ ص۳۷) اضطرابًا من عطیة اوابن مرزوق لانه جاء مرفوعًا وموقوفًا وهذا خطاء لان الاضطراب یکون عند تساوی الوجوه وحیث لاتساوی وامکن الترجیح کما سبق فلااضطراب ولم اجدمن سبقه الی هذه الدعوٰی عندالکلام علی هذا الحدیث والله اعلم﴾(رفع المنارة ص۱۷۹)

(ت) البانی نے اس حدیث میں ایک حیرتناک خیانت یہ کی کہ اس نے اپنی﴿سلسلة الاحادیث الضعیفة﴾میں راوی حدیث عطیہ عوفی یا ابن مرزوق کی جانب سے اضطراب کا دعویٰ کیا- اس لئے کہ یہ حدیث- مرفوع اور موقوف دونوں طریقے پر وارد ہوئی- اور یہ (البانی کی) غلطی ہے- اس لئے کہ اضطراب، وجوہ واسباب کے مساوی ہونے کے وقت ہوتا ہے اور جہاں مساوات نہ ہو اور ترجیح ممکن ہو جیسا کہ گذرا- وہاں اضطراب نہیں ہوں- اور میں نے کسی کو نہیں پایا کہ جس نے اس حدیث پر کلام کرنے کے وقت اس دعویٰ کی جانب سبقت کی ہو- واللہ اعلم بالصواب۔

علامہ محمود سعید نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اس حدیث کی مرفوع وموقوف روایت میں مرفوع روایت راجح ہے (رفع المنارہ ص۱۷۶، ۱۷۷) اور جب ترجیح پالی گئی تو اضطراب باطل ہوگیا کیونکہ اضطراب، تساوی وجوہ کے وقت ہوتا ہے۔

حدیث مضطرب: حدیث مضطرب کی تعریف وتشریح کرتے ہوئے اصول حدیث کے امام اکبر حافظ عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری المعروف بہ ابن صلاح م۶۴۳ھ نے تحریر فرمایا﴿المضطرب من الحدیث هوالذی تختلف الروایة فیه فیرویه بعضهم علٰی وجه وبعضهم علٰی وجه اٰخرمخالف له وانما نسمیه مضطربًااذاتساوت الروایتان اماااذا ترجحت احداهما بحیث لاتقاومها الاخرٰی بان یکون راویهاحفظ اواکثرصحبةً للمروی عنه اوغیرذلك من وجوه الترجیحات المعتمدة فالحکم للراجحة ولایطلق علیه حینئذ وصف المضطرب ولا له حکمه ثم قدیقع الاضطراب فی متن الحدیث وقد یقع فی الاسناد﴾(مقدمه ابن صلاح ص۴۴–دارالفکر بیروت)

(ت) مضطرب حدیث وہ ہے کہ جس کی روایت مختلف ہو- اس طرح کہ اس کو کوئی راوی ایک طریقے پر روایت کرے اور کوئی راوی اس کے برعکس دوسرے طریقے پر- اور ہم اس کا نام مضطرب اس وقت رکھتے ہیں جب دونوں روایتیں مساوی ہوں- لیکن جب ایک ترجیح پاجائے اس طرح کہ دوسری اس کے مقابل نہ ہو- یا بایں طور کہ اس کا راوی زیادہ حفظ ویادداشت والا ہو- یا مروی عنہ (شیخ) سے زیادہ صحبت رکھنے والا ہو- یا اس کے علاوہ دوسرے معتمد وجوہات ترجیح میں سے کسی وجہ کے ذریعہ ترجیح پاجائے تو حکم راجح کے لئے ہوگا اور اس وقت اس کو مضطرب کا نام نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی اس کے لئے مضطرب کا حکم ہوگا- پھر اضطراب کبھی متن حدیث میں واقع ہوتا ہے اور کبھی سند میں واقع ہوتا ہے۔

اقول:- وہابیہ ودیابنہ اور سلفیان زمانہ قرآن وحدیث کا نام لے کر امت مرحومہ کو گمرہی میں مبتلا کر رہے ہیں۔ ان کے اکابرین کو

یقیناً ضرور بالضرور معلوم ہے کہ وہ جس راہ پر ہیں، وہ گمرہی کا راستہ ہے گرچہ اصاغرین اور عوام الناس اس سے بے خبر ہوں۔ لیکن ہدایت بلا توفیق الٰہی نہیں ملتی۔ رب تعالیٰ اہلسنت وجماعت کو اپنے مسلک حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین۔

البانی نے جب احادیث نبویہ پر تصحیح وتضعیف کا کام شروع کیا تھا۔ تو وہ اسی گمان فاسد میں تھا کہ عصر حاضر میں وہ میدان جرح وتعدیل کا تنہا شیر ہے۔ لیکن شیران اسلام وسنیت کے سامنے اس کی ہوا خراب ہوگئی۔ اہلسنت کے علمائے عرب وعجم نے اس کی تحقیقات باطلہ کی دھجیاں بکھیر کر رکھدیں۔ جس کتاب (رفع المنارہ) کے اقتباسات آپ پڑھ رہے ہیں۔ یہ کتاب بھی البانی کی تصحیح وتضعیف سے متعلق تنقید پر مشتمل تین سو پچیس صفحات کی کتاب ہے۔

مسند احمد بن حنبل: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ﴿ثنا عبدالملك بن عمرو ثنا كثير بن زيد عن داؤد بن ابي صالح قال اقبل مروان يوما فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فقال اتدري ما تصنع؟ فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب — فقال نعم جئت رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم أت الحجر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تبكوا على الدين اذا وليه اهله ولكن ابكوا عليه اذا وليه غير اهله﴾ (مستدرك ج ٤ ص ٥١٥ — مسند امام احمد ج ٥ ص ٤٢٢)

(ت) مروان بن حکم ایک دن مسجد نبوی اور آرام گاہ رسول میں آیا تو اس نے ایک آدمی کو تربت انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے دیکھا تو مروان نے کہا کہ اے شخص تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟ لیکن جب ان صاحب نے اس کی طرف چہرہ کیا۔ تو وہ حضرت ابوایوب انصاری صحابی رسول تھے۔ تو حضرت ابوایوب انصاری نے کہا۔ ہاں (مجھے معلوم ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں) سن! میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔ پھر آپ نے مروان پر تعریف کرتے ہوئے کہا: میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب کوئی لائق فرد دین کا والی ہو تو دین پر نہ روؤ اور جب دین کا والی نااہل ہو تو دین پر روؤ۔

حاضری دربار رسالت: حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری نے حدیث مذکور کو اسی سند کے ساتھ روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا انہوں نے لکھا ﴿هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه﴾۔ اسی طرح حافظ شمس الدین ذہبی نے بھی اسے صحیح تسلیم کیا اور لکھا ﴿صحيح﴾ (مستدرك ج ٤ ص ٥١٥) امام طبرانی نے ﴿معجم كبير ج ٤ ص ١٨٩﴾ اور ﴿معجم اوسط ج ١ ص ١٩٩﴾ میں اور ابوالحسین یحیٰ بن حسن نے اخبار مدینہ میں (شفاء السقام ص ١٥٢) میں اس حدیث کو مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے روایت کیا۔ جب کہ امام احمد بن حنبل اور حاکم ابوعبداللہ نے اس کو داؤد بن ابی صالح سے روایت کیا۔ اس طرح داؤد بن ابی صالح کی روایت کے لئے مطلب بن عبداللہ کی روایت متابع ہوگئی۔ علامہ محمود سعید نے لکھا ﴿وبهذه المتابعة يثبت الحديث ويصير من قسم الحسن لغيره والله اعلم﴾ (رفع المنارة ص ١٩١)

(ت) اس متابعت کی وجہ سے حدیث ثابت ہو جاتی ہے اور (حدیث ضعیف) حسن لغیرہ کی قسم میں ہو جاتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ ذہبی نے بھی اس کی تائید کی۔ اور اس حدیث کے لئے متابع بھی موجود ہے۔ حدیث ضعیف بھی متابع یا شاہد پائے جانے کے وقت حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا حدیث روضۂ نبوی پر حاضری اور آستانہ بوسی سے متعلق ہے۔ وہابیہ، دیابنہ جیسے دشمنان رسول اسے کب گوارا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ان کا "محدث اکبر" البانی اس کی تضعیف کے لئے ہیرا پھیری کے لئے کمربستہ ہو جاتا ہے اور طرح طرح سے خیانتیں کر کے اسے ضعیف قرار دینے کی ناپاک کوشش کرتا ہے۔ البانی کی ہیرا پھیری دیکھئے۔

علامہ محمود سعید نے لکھا ﴿اما الالبانی فکان ولا بدان یضعف الحدیث – فما ذا فعل فی تضعیفه؟ – اقتصر علی روایة احمد والحاکم التی فیها داؤد بن ابی صالح وضعف الحدیث به – وهذا قصور وقد علمت وجود متابع لداؤد بن ابی صالح ثم اخطأ علی الحافظ العلم نورالدین الهیثمی فقال الالبانی – وذهل عن هذه العلة (ای داؤد بن ابی صالح) الحافظ الهیثمی فقال فی المجمع (ج ۵ ص ۲۴۵) رواه احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط وفیه کثیر بن زید – وثقه احمد وغیره وضعفه النسائی وغیره الخ وخطاء الالبانی انه اعتبر الجودة ذهولا – ذلك ان الحافظ الهیثمی عند ما نظر لاسنادیْ احمد والطبرانی وجد متابعا لداؤد بن ابی صالح وهو المطلب بن عبداللّٰه بن حنطب فلم یجد ما یستحق الکلام علیه الاکثیر بن زید – فبین انه مختلف فیه ومثله یحسن حدیثه – فحصر الهیثمی الکلام علی کثیر بن زید، هو الصواب – ومنشاء خطاء الالبانی هو عدم وقوفه علی المتابعة وهو قصور بلاشك – وبیان هذا القصور انه عند ما علم تخریج الطبرانی للحدیث کان ینبغی المسارعة والبحث عن اسناد الطبرانی والنظر فیه وهذا هو مسلك المحدثین الناقدین – اما الاقتصار علی طریق واحد للحدیث ثم تضعیف الالبانی له مع وجود طریق أخر فهو خطاء بلاریب – ولعمل الالبانی هذا نظائر فی کتبه – والحدیث فیه التجاء احد الصحابة الی القبر الشریف﴾ (رفع المنارة ص ۱۹۱، ۱۹۲)

(ت) چونکہ یہ حدیث البانی کے عقیدۂ باطلہ کے خلاف تھی اس لئے اسے حدیث کو ضعیف کرنا ضروری تھا – لہذا دیکھئے اس نے اس کی تضعیف کے لئے کیا کیا؟ – البانی نے امام احمد بن حنبل اور حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری کی روایت پر اقتصار کیا – جس میں داؤد بن ابی صالح ہے اور داؤد کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا – حالانکہ یہ ایک کمی اور بڑی خطا ہے (اور بلا علم، دین وشریعت کے فیصلے کرنا، وہابیہ کا قدیم معمول ہے) کیونکہ آپ کو داؤد بن ابی صالح کے لئے متابع کا علم ہو چکا ہے۔ پھر البانی نے حافظ نورالدین ہیثمی م ۸۰۷ھ کو خطا کار ٹھہراتے کہا اس عیب (یعنی داؤد بن ابی صالح) سے حافظ ہیثمی غافل رہے پس انہوں نے مجمع الزوائد (ج ۵ ص ۲۴۵) میں کہا کہ اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا اور اس کی سند میں کثیر بن زید ہے جسے امام احمد وغیرہ نے ثقہ کہا اور امام نسائی وغیرہ نے اسے ضعیف کہا، البانی نے یہاں صریح غلطی کی کہ اس نے عمدگی اور جودت کو غفلت شمار کر لیا۔

ایسا اس لئے کہ حافظ ہیثمی نے امام احمد کی سند اور طبرانی کی سند کو دیکھنے کے بعد داؤد بن ابی صالح کے لئے ایک متابع پایا اور وہ مطلب بن عبداللہ بن حنطب ہیں – لہذا ہیثمی نے اس حدیث کی سند میں کثیر بن زید کے علاوہ کسی کو اعتراض کے لائق نہیں پایا – تو انہوں نے بیان کر دیا کہ کثیر بن زید مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ کی حدیث حسن قرار دی جاتی ہے۔ لہذا حافظ ہیثمی کا کثیر بن زید پر کلام کو منحصر کرنا ہی درست ہے اور البانی کی غلطی کا سبب، البانی کا متابعت پر مطلع نہ ہونا ہے اور یہ بلاشبہ ایک علمی خامی ہے – اور یہ علمی خامی اس وجہ سے ہے کہ امام طبرانی کی تخریج حدیث کا علم ہونے کے بعد طبرانی کی سند کے بارے میں تفتیش اور اس میں غور وفکر کی جانب جلد بازی کرنا مناسب تھا اور محدثین ناقدین کا یہی طریقہ ہے – (کیونکہ محدثین صرف ایک سند کو دیکھ کر فیصلہ نہیں کرتے بلکہ اس کی اور سندیں دیکھتے ہیں تاکہ اگر کوئی متابع مل جائے تو وہ حدیث درجہ ضعیف سے درجہ حسن کو پہونچ جائے جیسا کہ علامہ ہیثمی نے کیا اس کے برخلاف) رہا البانی کا حدیث کی ایک سند پر اقتصار کرنا پھر دوسری سند پائے جانے کے باوجود اسے ضعیف قرار دینا تو بلاشبہ یہ ایک غلطی ہے – اور البانی کے اس عمل کی اس کی کتابوں میں بہت سی نظیریں ہیں – اور اس

حدیث میں ایک صحابی کا قبر مقدس کی طرف پناہ لینے اور اس سے مدد طلب کرنے کا ثبوت ہے۔

اقول:- یہ البانی کی غلطی نہیں بلکہ اسکا تمرد و ہٹلاین ہے کہ طبرانی کی روایت کے باوجود-- بلکہ اس کی سند کو جاننے کے باوجود اس نے اس حدیث کو جان بوجھ کر ضعیف قرار دیا- وہابیوں کا یہ شعار ہے کہ جو حدیث ان کے مسلک باطل کے خلاف ہو، اسے وہ ضعیف بناڈالتے ہیں۔ اس کی بے شمار مثالیں وہابیہ کی کتابوں میں موجود ہیں- اور اس حدیث میں بارگاہ رسالت علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء کی جانب رجوع کرنے کی روایت ہے- توحید شیطانی میں تعظیم آدم نہیں ہے- گرچہ بارگاہ خداوندی سے نکال دیا جائے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں شیطان نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا کہ آپ رب تعالیٰ سے دریافت فرمائیے کہ میری توبہ کی کوئی راہ موجود ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی جانب سے جواب پانے پر فرمایا کہ قبر آدم کو سجدہ کرنا تمہارے لئے توبہ ہے۔ شیطان نے جواب دیا- یہ نہیں ہوسکتا- یعنی گرچہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلنا پڑے لیکن آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کرسکتا۔

معجم طبرانی: امام طبرانی نے معجم صغیر میں روایت کیا﴿ حدثنا طاهر بن عيسى قيرس المقرى المصرى التميمى حدثنا اصبغ بن الفرج حدثنا عبدالله بن وهب عن شبيب بن سعيدالمكى عن روح بن القاسم عن ابى جعفرالخطمى المدنى عن ابى امامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف-ان رجلاً كان يختلف الى عثمان بن عفان رضى الله عنه فى حاجة له فكان عثمان لايلتفت اليه ولاينظرفى حاجته فلقى عثمان بن حنيف فشكاذلك اليه فقال له عثمان بن حنيف ائت الميضاة فتوضأثم ائت المسجد فصل فيه ركعتين ثم قل-اللهم انى اسئالك واتوجه اليك بنبينا صلى الله عليه وسلم نبى الرحمة يا محمدانى اتوجه الى ربك جل وعزفيقضى لى حاجتى وتذكرحاجتك ورُحْ اِلَيَّ حتى اروح معك-فانطلق الرجل فصنع ما قال له عثمان ثم اتى باب عثمان فجاء البواب حتى اخذ بيده فادخله على عثمان بن عفان فاجلسه معه على الطِّنْفِسَةِ وقال-حاجتك ؟ فذكرحاجته فقضاها له ثم قال له-ما ذكرت حاجتك حتى كانت هذه الساعة-وقال ماكانت لك من حاجة فأتنا ثم ان الرجل خرج من عنده فلقى عثمان بن حنيف فقال له جزاك الله خيرا-ماكان ينظرفى حاجتى ولايلتفت اِلَيَّ حتى كلمته فِيَّ-فقال عثمان بن حنيف-والله ماكلمته ولكن شهدت رسول الله صلى الله عليه وسلم واتاه ضريرفشكاعليه ذهاب بصره فقال له النبى صلى الله عليه وسلم افتصبر-فقال يا رسول الله انه لى قائد وقد شق عَلَيَّ-فقال له النبى صلى الله عليه وسلم ايت الميضاة فتوضاثم صل ركعتين ثم ادع بهذه الدعوات قال عثمان بن حنيف فوالله ماتفرقناوطال الحديث حتى دخل علينا الرجل كانه لم يكن به ضررقط﴾ (المعجم الصغيرج ١ ص ١٨٤)

(ت) صحابی رسول حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک آدمی اپنی کسی ضرورت کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آتا جاتا تھا- لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کی ضرورت کی جانب متوجہ نہیں ہوتے تھے اور نہ اس کی ضرورت کے بارے میں غور فرماتے تھے- ایک دن حضرت عثمان بن حنیف اس سے ملے تو انہوں نے حضرت عثمان بن حنیف سے اس کی شکایت کی- اس کی شکایت سن کر حضرت عثمان بن حنیف نے ان سے کہا کہ تم وضو خانہ جاؤ پھر وضو کرو، پھر مسجد جاؤ تو مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو- پھر کہو- یا اللہ !- میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رسول رحمت کے وسیلے سے تیری جانب متوجہ ہوتا ہوں- یاسیدی ومولائی وملجائی خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم- میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے آپ کے رب کی جانب متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری کردی جائے- اس دعا کے بعد تم اپنی ضرورت بیان کرو- اس کے بعد تم میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہارے

ساتھ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس) چلوں۔ یہ سن کر وہ آدمی گیا اور ویسا ہی کیا جیسا حضرت عثمان بن حنیف نے اس کو کہا تھا پھر وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے پاس آیا تو دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔

یہ سن کر حضرت عثمان نے اسکو فرش پر بٹھایا اور اس سے فرمایا۔ تم کو کیا ضرورت ہے؟۔ پس اس نے اپنی ضرورت بیان کی تو حضرت عثمان نے اس کی ضرورت پوری کردی۔ پھر اس سے فرمایا۔ مجھے تمہاری ضرورت یاد نہیں آئی یہاں تک کہ اتنا وقت ہوگیا اور فرمایا کہ تمہاری جو کوئی ضرورت ہو تو میرے پاس آؤ۔

پھر وہ آدمی نکلنے کے بعد عثمان بن حنیف سے ملا۔ تو اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے کہا۔ رب تعالیٰ آپ کو اچھا بدلا عطا فرمائے۔ خلیفۃ المسلمین میری ضرورت کے بارے میں نہ غور کر پاتے تھے اور نہ میری جانب متوجہ ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے مجھے یہ نسخۂ کیمیا (نماز و دعا کا طریقہ) بتایا۔ تو عثمان بن حنیف نے فرمایا کہ بخدا!۔ میں نے آپ کو یہ اپنی طرف سے نہیں بتایا بلکہ معاملہ یہ ہے کہ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا آیا تو اس نے آپ ﷺ کے پاس اپنی بصارت کے زائل ہونے کی بات رکھی۔ لہذا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تم صبر کروگے؟۔ تو اس نے کہا کہ یارسول اللہ! ﷺ۔ یہ آنکھیں میری راہبر ہیں۔ اس اندھے پن نے مجھ پر مشقت ڈال دی ہے۔ لہذا حضرت نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا۔ تم وضو خانہ جاؤ اور وضو کرو، پھر دو رکعت نماز پڑھو۔ پھر ان دعاؤں کے ذریعے دعاء کرو (جو دعاء ابھی گذر چکی) عثمان بن حنیف نے کہا۔ قسم بخدا ہم ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے اور ہماری گفتگو طویل ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ آدمی ہمارے پاس آیا ،ایسا گویا کہ کبھی اس کو نابینائی نہیں تھی۔ (یعنی ہم وہاں سے ہٹے بھی نہ تھے کہ وہ نابینا ایسا بینا ہوگیا کہ جیسے کبھی نابینا رہا ہی نہ ہو)

توسل بعد الوصال: حدیث مذکورہ بالا تو دین وہابیت کے لئے ایک "زہر قاتل" کی طرح ہے۔ وہابیہ اسے سلامت نہیں چھوڑ سکتے۔ کئی ایک وہابیوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے لئے مختلف قسم کے ہتھکنڈے اپنائے۔ حالانکہ امام طبرانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ معجم صغیر میں ہے ﴿لم یروه عن روح بن القاسم الا شبیب بن سعید المکی وهوثقة وهوالذی یحدث عنه احمدبن شبیب عن ابیه عن یونس بن یزیدالابلی وقد روی هذا الحدیث شعبةعن ابی جعفرالخطمی واسمه عمیربن یزید وهوثقة تفرد به عثمان بن عمربن فارس عن شعبة والحدیث صحیح﴾ (المعجم الصغیرللطبرانی) (رفع المنارة ص۹۶)

(ت) اس حدیث کو روح بن القاسم سے صرف شبیب بن سعید نے روایت کیا اور شبیب ثقہ راوی ہیں۔ اور یہ وہی شبیب ہیں جس سے احمد بن شبیب روایتِ حدیث کرتے ہیں ﴿احمدبن شبیب عن ابیه عن یونس بن یزیدالابلی﴾ کی سند سے۔ اور اس حدیث (حدیث مرفوع) کو شعبہ بن حجاج نے ابو جعفر خطمی سے روایت کیا اور اس (ابو جعفر) کا نام عمیر بن یزید ہے اور وہ ثقہ ہے۔ اس حدیث کی روایت میں عثمان بن عمر بن فارس، شعبہ بن حجاج سے روایت کرنے میں متفرد ہوئے بہر حال یہ حدیث صحیح ہے۔

حافظ ہیثمی نے لکھا ﴿وقدقال الطبرانی عقبه والحدیث صحیح بعدطرقه التی روی بها﴾ (مجمع الزوائد ج۲ ص۲۷۹)

اس حدیث کی تخریج امام سلیمان بن احمد طبرانی م۳۶۰ھ نے ﴿کتاب الدعاء﴾ میں اور ﴿المعجم الکبیر ج۹ ص۳۱۔ رقم الحدیث ۸۳۱۱۔ دار احیاء التراث العربی بیروت﴾ میں اور امام بیہقی نے ﴿دلائل النبوۃ ج۶ ص۱۴۴۔ دار الحدیث قاہرہ﴾ میں کی ہے۔ امام بیہقی نے ﴿دلائل النبوۃ ج۶ ص۱۴۳﴾ میں حدیث مرفوع کی بھی روایت کی ہے۔ امام ترمذی نے بھی حدیث مرفوع کی روایت ﴿جامع الترمذی ج۲ ص۱۹۸﴾ میں کی ہے۔ اور اسے حسن صحیح غریب کہا ہے۔ علامہ محمود سعید نے بہت سی کتب حدیث کے حوالے سے اس حدیث کو لکھا ہے۔

علامہ محمود سعید نے لکھا ﴿فان قیل قد صحح الطبرانی الحدیث المرفوع لکنه لم یصحح القصة الموقوفة –اجیب بان الطبرانی قدوثق شبیب بن سعید الحبطی وهوراوی الموقوف وتوثیق لرجل الحدیث هوتصحیح لحدیثه فالامرسهل ولایحتاج لبیان ویؤید هذا ویوضحه ان الهیثمی فی مجمع الزوائد (ج۲ ص۲۷۹) لم یتکلم علی الحدیث کماعهد عنه ولکنه اقتصرعلی نقل تصحیح الطبرانی فقط –فتدبرایهاالمستبصرومع ذلك سعی الساعون لتضعیف هذه الزیادة الموقوفة جهدالطاقة فاتوابعلل مزعومة هی (۱) شیخ الطبرانی طاهربن عیسیٰ مجهول (۲) شبیب بن سعید الحبطی انفردبالقصة وهوضعیف الحفظ (۳) الاختلاف علیه فیها (٤) مخالفته للثقات الذین لم یذکروا القصة فی الحدیث والثلاثة الاخیرة ذکرهاالالبانی فی توسله (ص۸۸) والناظرفیها لایراها من دَفعَةٍ صَدَرَمِن متعنت وسیری ان السعی لتضعیف الاحادیث الصحیحة بهذه الحجج الواهیة سعی لاقامة باطل بدعائم هی اوهیٰ من بیوت العنکبوت ولوفتح هذا المهیع الخطیرلانسد باب الاثار واللّٰه المستعان﴾ (رفع المنارة ص۹۷)

اگر تم اعتراض کرو کہ امام طبرانی نے حدیث مرفوع کو صحیح قرار دیا-لیکن انہوں نے قصہ موقوفہ کو صحیح قرار نہیں دیا- میں جواب دونگا کہ امام طبرانی نے شبیب بن سعید کو ثقہ بتایا اور شبیب حدیث موقوف کے راوی ہیں (اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ) اور حدیث کے راوی کو ثقہ بتانا، اس کی حدیث کو صحیح قرار دینا ہے-لہذا معاملہ آسان ہے اور توضیح کی ضرورت نہیں ہے-اور اس مفہوم کی تائید کرتا ہے اور اس کی وضاحت کرتا ہے یہ کہ حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج۲ ص۲۷۹) میں حدیث پر کلام نہ کیا جیسا کہ ان کے بارے میں معلوم ہے (یعنی وہ قابل جرح سند و متن پر کلام ضرور کرتے ہیں) اور لیکن انہوں نے صرف طبرانی کی تصحیح کی نقل پر اکتفا کیا-تو اے بصیرت والے!-غور کرو (یعنی سند و متن قابل تنقید نہیں ہے) اور اس کے باوجود کوشش کرنے والوں نے اس موقوف زیادتی (حدیث موقوف) کو ضعیف قرار دینے کی حتی الامکان کوشش کی- چنانچہ وہ لوگ چند اختراعی عیوب لے کر آئے- جو یہ ہیں

(۱) امام طبرانی کے شیخ طاہر بن عیسیٰ مجہول ہیں (۲) شبیب بن سعید حدیث موقوف میں متفرد ہوئے اور وہ ضعیف الحدیث ہیں (۳) اس روایت کے بارے میں اس پر اختلاف ہے (یعنی شبیب بن سعید سے مختلف الفاظ وارد ہیں) (۴) شبیب بن سعید کی جانب سے ان ثقہ لوگوں کی مخالفت ہے جنہوں نے حدیث میں اس قصہ (زیادتی موقوفہ) کا ذکر نہیں کیا -- اور تین آخری عیوب کو البانی نے اپنی کتاب توسل (ص۸۸) میں اسی انداز میں ذکر کیا- کہ اس کو دیکھنے والا ایک بار سے زیادہ انہیں نہیں دیکھے گا جو کسی متشدد کی جانب سے صادر ہوا- اور دیکھنے والا عنقریب دیکھے گا کہ ان کمزور دلیلوں کے ذریعہ صحیح احادیث کو ضعیف قرار دینے کی کوشش، باطل کو ایسے ستونوں کے ذریعہ قائم کرنے کی کوشش ہے جو مکڑی کے گھروں سے زیادہ کمزور ہیں اور اگر یہ خطرناک راستہ کھل جائے تو آثار و احادیث کے دروازے بند ہو جائیں گے- اور اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔

امام الجرح والتعدیل علی بن مدینی نے شبیب بن سعید کے بارے میں کہا ﴿ثقة کان یختلف فی تجارة الی مصروکتابه کتاب صحیح قدکتبتُهاعن ابنه احمد بن شبیب﴾ (رفع المنارة ص۹۹)

(ت) شبیب بن سعید ثقہ ہیں-تجارت کے سلسلے میں مصر آتے جاتے تھے اور ان کی کتاب، صحیح کتاب ہے۔ میں نے اس کے بیٹے احمد بن شبیب سے لکھا۔

علامہ محمود سعید نے لکھا ﴿من غرائب التشویش والحذف فی العبارات ان الالبانی غفراللّٰه لنا حاول ان یستدل بعبارة علی بن المدینی علی ضعف حفظ شبیب بن سعید فقال فی توسله (ص۸٦) قال ابن المدینی کان یختلف فی تجارةالی مصرالخ وحذف الالبانی اهم

كلمة من كلام ابن المدينى التى صدر بها عبارته وهى قوله ﴿ثقة﴾ كان يختلف الخ فحذف الالبانى كلمة ﴿ثقة﴾ من كلام ابن المدينى وهكذا تكون الامانة العلمية فالله المستعان﴾ (رفع المنارة ص ۱۰۰)

(ت) عبارات میں حذف اور خلط ملط کے عجائب میں سے یہ ہے کہ البانی نے چاہا کہ وہ علی بن مدینی کی عبارت سے شعیب بن سعید کے ضعف حفظ پر استدلال کرے۔ تو اس نے اپنی کتاب توسل (ص ۸۶) میں کہا کہ ابن مدینی نے کہا کہ شعیب تجارت کے سلسلے میں مصر آتے جاتے تھے۔ اور البانی نے ابن مدینی کے کلام سے اہم لفظ ﴿ثقة﴾ کو حذف کر دیا جس لفظ سے ان کا کلام شروع ہوا تھا۔ اور وہ ابن مدینی کا قول ﴿ثقة كان يختلف الخ﴾ ہے۔ تو اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔ (یہ ہے وہابیوں کے امیر المومنین فی الحدیث کی خیانت اور عبارتوں میں قطع و برید)

اقول - جو قوم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری نہ کر سکے۔ وہ قوم اس رسول ﷺ کے اقوال و فرمودات اور ان کی احادیث سے کیا وفاداری کر سکے گی۔ یہ وہ بد بخت قوم ہے جو یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہم احادیث نبویہ پر عمل کرتے ہیں، حالانکہ دو صدی پیشتر سے انہوں نے حضرت نبی ﷺ کو ہی چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ وہابیہ ان کے اقوال و فرمودات کو توڑ مروڑ کر اپنے خیالات باطلہ و افکار فاسدہ کے لئے ڈھال بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

پھول وہ توڑا کہ گلشن بھر میں ویرانی ہوئی

مشہور نعت خواں سجاد نظامی کا سنسنی خیز قتل

مورخہ ۱۷/ اکتوبر بعد نماز فجر یہ سنسنی خیز خبر سن کر جامعہ رضویہ منظر اسلام کی فضا اچانک سوگوار ہوگئی کہ ضلع بریلی شریف کے مشہور نعت خواں جناب حافظ سجاد نظامی کو رات کے وقت کسی نے بیدردی کے ساتھ قتل کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابھی تک کی اطلاع کے مطابق مورخہ ۱۶/ اکتوبر بروز منگل مرحوم تحصیل سوار ضلع رام پور اپنی زمین کا سودا کرنے گئے تھے جہاں بطور پیشگی آپ کو تقریباً چار لاکھ روپیہ حاصل ہوا تھا اور وہیں سے آپ کے ساتھ ابن علی نامی آپ کا ایک پارٹنر و شریک بھی گاڑی میں تھا۔ بریلی شریف پہونچ کر ٹھاڑھال ضلع بریلی میں واقع مرحوم نے اپنے گھر پر اطلاع دی کہ میرے ساتھ تین لوگ ہیں کھانا تیار کر لیں۔ اس کے بعد جب آپ گھر نہ پہنچے تو گھر والوں کو تشویش لاحق ہوئی ادھر آپ کو بہیڑی ایک پروگرام میں بھی جانا تھا لہذا جب لوگ ڈھونڈنے نکلے تو تقریباً ۳/ بجے نینی تال روڈ پر بھوجی پورہ کے قریب مرحوم کی گاڑی کھڑی ملی جو لاک تھی، شیشے توڑ کر دیکھا تو آپ مردہ حالت میں سیٹ پر پڑے ہوئے تھے، پوسٹ مارٹم رپورٹ سے موت کا سبب معلوم نہ ہو سکا البتہ قاتلوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ ہم نے مرحوم کو پہلے کلوروفارم (بیہوشی کی دوا) سونگھا کر بیہوش کیا اور اس کے بعد رومال سے ان کا منہ دبا کر مار ڈالا۔ آپ کے اس دردناک قتل میں پولیس نے ابن علی، محمد یوسف اور فرید احمد نامی تین اقراری قاتلوں کو گرفتار کر لیا ہے واضح رہے کہ یہ تینوں ہی قاتل موضع بھوٹ تحصیل سوار ضلع رام پور کے رہنے والے تھے۔ جن میں ابن علی مقتول کا گہرا دوست اور پارٹنر تھا۔ جس نے دوستی کے رشتے اور اعتماد کو تار تار کر ڈالا۔

پوسٹ مارٹم ہاؤس پر کثیر تعداد میں خانوادۂ رضویہ کے افراد پہونچے۔ ولی عہد خانقاہ حضرت احسن میاں صاحب قبلہ بھی وہاں تشریف لے گئے۔ نماز جنازہ بعد نماز عشا ان کے گاؤں ٹھاڑھال میں حضرت سلمان میاں صاحب قبلہ کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ کثیر تعداد میں خانوادۂ رضویہ کے افراد، علما، حفاظ، ائمہ اور عوام نے جنازہ میں شرکت کر نمناک آنکھوں سے انہیں سپرد خاک کیا۔ منظر اسلام میں ان کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ حضور صاحب سجادہ مدظلہ العالی نے دعائے مغفرت کرتے ہوئے اپنے گہرے رنج کا اظہار فرمایا۔ قارئین ماہنامہ اعلیٰ حضرت سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ مولیٰ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مجرموں کو عبرت ناک انجام تک پہونچائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم۔

شریک غم: محمد سلیم بریلوی، محمد ظہور الاسلام نازش نوری و دعا کنندگان: اراکین ادارہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت و جملہ اساتذۂ منظر اسلام

مسئلہ-امتِ مسلمہ کے تحفظ کا

از: عمران رضا سنبھلی متعلم درجہ فضیلت جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

ایک طویل زمانہ سے مسلم امت کے غموں کا نوحہ پڑھ رہا ہے، آسمان کی آنکھیں کل جس طرح مسلم مظلومیت کے درد میں اشکوں سے شرابور تھیں آج بھی بالکل اسی طرح اپنے غم کا مظاہرہ کررہی ہیں، زمین کل جس طرح اپنے اوپر بہائے ہوئے خون مسلم کو پیوست کرنے میں ندامت کا اظہار کررہی تھی آج بھی اسی طرح اپنی بے بسی پر ماتم کناں ہے۔ اس دنیا کی بے کس و بے بس چیزیں ہیں جو مسلمانوں کی مظلومیت پر گریہ کناں ہیں مگر ایک انسان ہے جو بے کس و بے بس نہ ہو کر بھی مظلوم مسلمانوں کو بحیثیت انسان بھی ظالم وسفاک انسانوں کے چنگل سے آزاد کرانے کے لئے تیار نہیں ہے، کتابت شدہ یہ الفاظ کسی افسانہ یا کہانی سے واسطہ نہیں رکھتے بلکہ یہ ایک حقیقت پر مبنی عالم اسلام کے مسلمانوں کی دلدوز داستان ہے۔ جو سبھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ ظلم وزیادتی کی انتہا کی جارہی ہے۔ ملکی سطح پر بات کی جائے تو ہندوستان کے متعدد صوبہ جات کے رہنے والے مسلمان انتہا پسندوں کے ظلم وتشدد کے شکار نظر آرہے ہیں گجرات، احمد آباد، آسام، کشمیر مذکورہ تمام مقامات کے باشندے خوف ودہشت میں جی رہے ہیں۔ آسام فساد جہاں ایک طرف موجودہ وقت میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے ظلم وزیادتی کی تازہ ترین مثال ہے تو وہیں دوسری جانب دہشت گردوں کی دہشت گردی کی منہ بولتی تصویر ہے۔ اب تک بے شمار مسلم اقلیتی فرقہ کے لوگ ناحق قتل کئے جاچکے ہیں۔ ننھی منھی بلکتی ہوئی جانیں بھوک وپیاس کے عالم میں خاک وخون میں تڑپتی رہیں، مسلم خواتین کی عصمت دری بے دریغ کی جاتی رہی، شاہراہوں پر مسلم جانوں کو قتل کیا جاتا رہا، صوبائی، ملکی حکومتیں خاموش تماشائی بنتی رہیں مزید برآں پولیس، پی اے سی مسلمانوں پر گولیاں برساتی رہیں، انصاف کا خون ہوتا رہا، ملکی سیکولرزم کو داغ دار کیا جاتا رہا۔ اس طرح مسلم اقلیتی فرقہ پر تمام مظالم روا رکھنا گویا آئین ہند کی کھلی خلاف ورزی کرنا ہے ہندوستان میں رہنے والی دوسری بڑی آبادی میں شمار کئے جانے والے مسلمان آج اپنے ملک میں زندگی کے ہر ایک شعبہ میں پسماندہ اور پچھڑے دکھائی دیتے ہیں آج سب سے بڑی شکایت مسلمانوں کو حکومت اور ارباب اقتدار سے دہشت گردانہ واقعات کی ہے۔ آج ہندوستان کا ذی شعور مسلمان حکومت سے اولین طور پر روزگار کی شکایت نہیں کرتا، نوکریاں طلب نہیں کرتا، امن کا قیام چاہتا ہے، شانتی چاہتا ہے، انصاف چاہتا ہے یہ آواز ان نرم دل مسلمانوں کی ہے جو اپنے مسلمان بھائی کو ظلم وجارحیت اور قتل وغارت گری سے آزاد کرانے کے ساتھ ساتھ اپنے ملک میں امن وامان دیکھنا چاہتے ہیں۔

لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ آخر مسلمانوں کی اس درد بھری آواز کا کون ہے جو مداوا کرسکے، جوان کے زخموں پر مرہم رکھ سکے، کون ہے؟ جو ان کی بلکتی ہوئی آوازوں سے آواز ملاسکے، ارباب اقتدار سے اس حد تک انصاف کی امید نہیں کی جاسکتی ہے۔ اگر حکومت انصاف سے کام لیتی تو آزادی ہند سے آج تک مسلمانوں کو بھی اس جمہوری ملک میں مکمل حقوق اور آزادئ رائے کے ساتھ زندگی گزارنے پر اعتراض نہ کیا جاتا اپنے ظلم کا نشانہ نہ بنایا جاتا۔ مذہبی امور میں بطور دخیل آرا پیش نہ کی جاتیں مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن، مساجد، مدارس اور مقدس مقامات خانقاہوں کو ملکی سلامتی کے لئے خطرہ بتانا اک طرح سے جہاں خاص مذہب کا مذاق اڑانا ہے تو وہیں اس کے ماننے والوں کو مشتعل کرنا بھی۔ ملک میں تعصب کی بنیاد پر جانب دارانہ نظریہ کے ساتھ بابری مسجد کو صرف آستھا ہی کے آدھار پر ہندو دھرم کا مندر قرار دے دیا گیا یہ سب وہ واقعات ہیں جن کے پیچھے ہمیشہ ایک مخصوص سوچ کارفرما رہی ہے۔ ایسے حالات میں حکومت سے اپنے لئے انصاف کی امید رکھنا کسی خام خیالی سے کم نہیں۔

قارئین! ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہوئی ناانصافیوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ جس کو وقتاً فوقتاً قلم منظر عام پر لاتا رہتا ہے۔ آج کے اس پُر آشوب دور میں بات رہ جاتی ہے تنہا قوم مسلم کے سیاسی اور دینی رہنماؤں کی جن کا حق تھا قوم وملت کے خستہ حالات پر اشک غم برسانے کا جن کو ڈھونڈنا تھا مسلمانوں کے زخموں کا مداوا لیکن یہ دونوں طبقے تقسیم ہوگئے ہندو پاک کی تقسیم کے مثل۔ ہر ایک اس قوم کی فکر کئے بغیر اپنے مقاصد کے حصول میں جٹ گیا۔ سیاسی مسلم رہبر: روز اول سے ہی دوسروں کی غلامی کا پٹہ ڈال کر سیدھی سادھی، بھولی بھالی مسلم قوم کے دروازوں پر سیاسی رہبروں کی صورت میں ووٹوں کی بھیک کے لئے کاسۂ گدائی لئے گشت کرتے رہے۔ چار پیسوں کی خاطر اپنے ضمیر کو بیچ کر قوم وملت کا سودا کر کے سر عام قتل کرا کر حکومتوں کی کرم فرمائیوں سے بہرہ ور ہو کر خاموش تماشائی بنے رہے اور آج بھی ان کی یہی مجبوری ہے جو کلمہ حق بولنے نہیں دیتی۔ دوسرا طبقہ مسلم علما کا ہے جو مسلمانوں کی ایک عظیم سرپرست اور داعیان دین کے جماعت مانی جاتی ہے۔ جن کا قول وفعل بطور مثل پیش کیا جاتا ہے۔ وہ معتمد اور معتبر جماعت جس کی ایک آواز پر قوم نے ابتدائے آفرینش سے ہی لبیک کہا ہے۔ آمنا وصدقنا کی صدائیں بلند کیں۔ مگر اس قوم کا استحصال جتنا مسلم سیاست دانوں نے کیا اس سے کسی قدر کم اس جماعت نے بھی نہیں کیا اس کی اصل وجہ مسلم قوم کو فراموش کرنے کی ہمارے علما کا ذاتی اختلاف رہا شرعی اختلاف سے قطع نظر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ موجودہ علما نے ہمہ وقت شرعی اختلاف کا سہارا لے کر اپنے ذاتی اختلافات کو پروان چڑھایا ہے اس بات کا اظہار یہ الگ بات ہے کہ ہر کس وناکس نہ کر سکے کہ جتنے ان کے مابین ذاتی اختلافات ہیں اتنے شرعی نہیں۔ مگر یہ مسلمہ حقیقت ہے جس کی وجہ سے مسلم اقلیتی فرقہ ہندوستان میں بے سروسامان اور جگہ جگہ مصائب زمانہ کا شکار ہو رہا ہے۔ یہ بات حق پسندوں کے زبان وقلم نے ہر دور میں دہرائی ہے کہ جس دن خواص ایک ہو جائیں گے تو اس دن عوام بدرجۂ اولیٰ ایک ہو جائیں گے۔ مگر افسوس اس نصیحت کو ہمیشہ درسگاہوں، خانقاہوں میں بطور رسم ہی پڑھایا جاتا رہا ہے کبھی کسی نے عملی میدان میں پیش قدمی کرنے کی جرأت بھی گوارہ نہیں کی۔

"واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولاتفرقوا باذن اللہ" کا پیغام سنانے والے علما کاش خود اس سمت میں عملی تصویر بن کر ابھرتے تو قوم وملت خود بخود ہی اس فرمان الٰہی پر عمل پیرا ہوتی نظر آتی۔

لیکن برسر اقتدار پارٹی کے دور حکومت کے خاص اہمیت کے حاملین کچھ علما نے بھی مسلم امت کے مسائل سے ایسی آنکھیں چرانی شروع کیں کہ جن کو دن کے اجالے میں بھی خون مسلم بہتا نظر نہیں آتا۔ تو آخر کیا فقط صدائے اتحاد سے ہی مسلم امت کی فلاح وبقا کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ کیا آج بھی مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے دل دوز حادثات وسانحات کچھ سوچنے کا موقع نہیں دیتے؟ کیا آج بھی معاشرہ کی تباہی وبربادی کے بعد ہمارا ضمیر فکر وعمل کی دعوت نہیں دیتا؟ کیا واقعی سرکار عالی جاہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اک بار فرمان "انما المومنون اخوۃ" کا کچھ پاس ولحاظ بھی ہمارے دلوں میں نہیں رہا۔

اک بار پھر اسلام آج مظلوم مسلم بھائیوں کی خبر گیری کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلامی پیغام آج پھر وحدت انسانی اور وحدت امت کا تقاضہ کرتا ہے۔ درحقیقت ماضی کی طرح موجودہ وقت بھی موجودہ علما کو دین وملت کے تحفظ کے لئے پکار رہا ہے۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جب جب قوم پر عرصہ حیات تنگ کیا گیا ہے تو علما کی مقدس جماعت ان کے تحفظ کے لئے میدان کارزار میں سر سے کفن باندھ کر نظر آئی ہے۔ لیکن آج وقت کسی میدان کارزار میں بھیجنے کا متقضی نہیں بلکہ کلی طور پر اتحاد امت مسلم کا تقاضہ کرتا ہے۔ باہمی اخوت ومحبت اور بھائی چارگی کے پیغام کو نشر کرنے کی دعوت دیتا ہے اگر وقتی حالات کو سمجھتے ہوئے وحدت امت مسلم پر مشتمل اسلامی تصورات پر عمل کر لیا جائے تو بفضل الٰہی ہر جانب اتحاد واتفاق کا خوشگوار ماحول پیدا ہو سکتا ہے۔ جس دن ہمارے اندر دوسرے کے غم کا احساس پیدا ہو جائے گا وہی دن ہماری کامیابی کا دن ہوگا۔ اس لئے دین ملت کے پیشواؤں کو چاہئے کہ وہ اپنے مابین کے تمام ذاتی اختلافات ختم کرتے ہوئے اپنی قوم کے تحفظ اور اس کی صلاح وفلاح کی خاطر ایوان باطل کے خلاف ایک ہو کر فلک شگاف آواز بلند کریں جس کے بعد باطل کے ہاتھ مسلم امت کی تباہی کے لئے کبھی نہ اٹھ سکیں لیکن اسی کے ساتھ یہ بات زندگی کے ہر موڑ پر یاد رہے کہ مذہب اسلام جوش کی نہیں ہوش کی بات کرتا ہے، اسلام امن وامان کی بات کرتا ہے۔

آسماں کو چھو رہی ہے رفعتِ عبدالعلیم

خلیفۂ اعلیٰ حضرت ''علیم رضا''، مبلغ اعظم حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتی ایک عمدہ تحریر:

از: ندیم احمد ندیم قادری نورانی [آفس سیکریٹری، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (ٹرسٹ)، کراچی]

مبلغِ اسلام قائدِ ملتِ اسلامیہ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمۃ کے والدِ ماجد، علیم رضا، سفیرِ اسلام، سیاحِ عالم، مبلغِ اعظم حضرت علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری علیہ الرحمہ ۱۵ر رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۳ (تین) اپریل ۱۸۹۳ء بروز پیر، محلہ مشائخاں، شہرِ میرٹھ، صوبۂ یوپی، ہندوستان، میں نامور صوفی عالمِ دین، نعت گو شاعر، امام وخطیب جامع مسجد ''التمش''، میرٹھ، حضرت الحاج علامہ قاضی مفتی شاہ عبدالحکیم جوشؔ وحکیم صدیقی قادری علیہ الرحمہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ عموماً آپ کی پیدائش کا سن ''۱۸۹۲ء'' لکھا جاتا ہے؛ جب کہ تاریخی شواہد اور آن لائن کیلنڈر کے مطابق ''۱۵ر رمضان ۱۳۱۰ھ'' کو عیسوی سن ''۱۸۹۳'' تھا، نہ کہ ''۱۸۹۲''۔ معروف ادیب وشاعر حضرت مولانا محمد اسماعیل میرٹھی علیہ الرحمہ، جن کی نظمیں آج بھی داخلِ نصاب ہیں، آپ کے والد ماجد کے چھوٹے بھائی تھے؛ دونوں بھائیوں کی عمروں میں ۱۴ سال کا فرق تھا۔ مبلغِ اعظم حضرت شاہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمۃ نجیب الطرفین (ماں اور باپ دونوں طرف سے) صدیقی تھے۔ چنانچہ آپ کا سلسلۂ نسب ۳۶ ویں پشت میں حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک اور سلسلۂ حسب (ماں کی طرف سے سلسلۂ نسب) ۳۲ ویں پشت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ حضرت مولانا قاضی صوفی حمید الدین صدیقی فجندی ۱۵۲۵ء میں ظہیر الدین بابر بادشاہ کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اس طرح آپ کے آبا واجداد میں سے کئی حضرات قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز رہے۔ ''حیاتِ اسماعیل'' میں درج شدہ معلومات کی روشنی میں، حضرت مولانا قاضی صوفی حمید الدین صدیقی فجندی علیہ الرحمۃ تک، مبلغِ اعظم کا شجرۂ نسب یہ ہے: ''شاہ محمد عبدالعلیم بن شاہ عبدالحکیم جوشؔ بن شیخ پیر بخش بن شیخ غلام احمد بن مولانا محمد باقر بن مولانا محمد عاقل بن مولانا محمد شاکر بن مولانا عبداللطیف بن مولانا یوسف بن مولانا داؤد بن مولانا احمد بن مولانا قاضی صوفی حمید الدین صدیقی فجندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔'' (محمد اسلم سیفی بن مولانا محمد اسماعیل میرٹھی (خان بہادر)، سابق چیئرمین، میونسپل بورڈ، میرٹھ: ''حیاتِ اسماعیل (مع کلیاتِ اسماعیل)'' مرتبہ و مدوّنہ: محمد اقبال رانا، شایع کردہ: برائٹ بکس، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۳۰ تا ۳۱) آپ نے اردو، عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی، چار سال دس ماہ کی عمر میں قرآنِ مجید ناظرہ ختم کیا اور صرف سات سال کی عمر میں قرآنِ پاک مکمل حفظ کرلیا۔ بعد ازاں، مدرسۂ عربیہ اسلامیہ، میرٹھ، میں داخل ہوئے۔ تین جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ (اگست ۱۹۰۴ء) کو والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھا، تو بقیہ تعلیم وتربیت آپ کی والدۂ ماجدہ (والدہ صاحبہ کا انتقال ۱۹۳۱ء میں اپریل کے آخر یا مئی کے شروع میں ہوا) اور برادرِ اکبر حضرت علامہ احمد مختار صدیقی علیہ الرحمہ نے کی۔ چنانچہ حضرت مبلغِ اعظم نے مدرسۂ قومیہ عربیہ، میرٹھ، میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۶ھ میں امتیازی حیثیت سے درسِ نظامی کی سند حاصل کی۔ دینیات کے موضوع پر نیشنل عربک انسٹی ٹیوٹ سے ڈپلوما کیا۔ تبلیغِ دین کے جذبے کے تحت، آپ نے علوم جدیدہ کی طرف متوجہ ہوکر بی۔ اے کیا اور پھر وکالت کا امتحان پاس کرکے الٰہ آباد یونیورسٹی سے ایل۔ ایل۔ بی کی سند حاصل کی؛ میرٹھ کے مشہور حکیم احتشام الدین صاحب سے فنِ حکمت (علمِ طب) سیکھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ سے بھی آپ کو شرفِ تلمذ حاصل تھا؛ اعلیٰ حضرت نے مبلغِ اعظم علیہما الرحمہ کو ۱۹ر ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ کو صحاحِ ستہ وغیرہا کتبِ احادیث کے روایت کرنے کی سندِ اجازت عطا فرمائی۔ اس سند کا عکس حضرت مبلغِ اعظم کے

پچاسویں عرس شریف کے موقع پر خواتین اسلامی مشن۔ پاکستان، گلشن اقبال، کراچی، کے شائع کردہ خصوصی مجلّے ''عظیم مبلغ اسلام'' کے صفحہ ۱۵۶ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ کو دنیا کی بہت سی زبانوں پر دسترس حاصل تھی، جن میں اردو، انڈونیشی، انگریزی، جاپانی، جرمن، چینی، ڈچ، سواحلی (افریقی)، عربی، فارسی، فرانسیسی، ملائی، ہندی وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے السنۂ شرقیہ (Orientals Language) میں پنجاب یونیورسٹی سے سند بھی حاصل کی۔ آپ ایک قادر الکلام نعت گو شاعر بھی تھے اور ''علیم'' تخلص کرتے تھے۔

آپ کو فن خطابت میں بھی بڑی مہارت حاصل تھی؛ ماہر رضویات و مجددیات مسعودِ ملّت حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ، خلیل احمد رانا صاحب کی تالیف ''مبلغِ اسلام علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری'' کی تقدیم میں تحریر فرماتے ہیں: ''جاپان کی ایک مجلس میں، جہاں آپ (علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی) نے تقریر فرمائی، ٹوکیو کے پروفیسر این۔ ایچ برلاس نے انگریزی زبان میں آپ کی مہارت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی آواز کو ترنم ریز و دل آویز قرار دیا۔ راقم (ڈاکٹر مسعود احمد) کو بھی حضرت مولانا کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن کی آواز میں بلا کی کشش اور کھنک تھی۔ اردو، عربی، انگریزی اور بعض دوسری زبانوں میں بے تکان تقریر کرتے تھے۔'' آپ کی مقررانہ و خطیبانہ صلاحیتوں کی بنا پر ہی ایشیا، افریقہ اور یورپ کے مسلم مورخوں نے آپ کو ''عدیم النظیر مقرر'' قرار دیا۔ آپ نے اپنی زندگی کی سب سے پہلی تقریر ۱۹۰۹ء میں جامع مسجد میرٹھ میں ''میلاد شریف'' کے موضوع پر کی۔ مبلغِ اعظم علیہ الرحمۃ کی بیعت و خلافت کے حوالے سے آپ کی شہزادی محترمہ ڈاکٹر فریدہ احمد صاحبہ مدظلہا العالیہ نے راقم الحروف سے ایک ملاقات کے دوران فرمایا: ''بعض لوگ میرے والد ماجد کے متعلق لکھ دیتے ہیں کہ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی کے مرید تھے؛ یہ بات درست نہیں ہے؛ صحیح یہ ہے کہ آپ اپنے برادرِ اکبر حضرت علامہ احمد مختار صدیقی کے مرید تھے؛ البتہ آپ کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے شرفِ خلافت ضرور حاصل تھا۔'' اعلیٰ حضرت کے علاوہ، حضرت مبلغِ اعظم کو اپنے پیر و مرشد یعنی برادرِ اکبر حضرت علامہ احمد مختار صدیقی، قطب المشائخ حضرت ابو احمد سیّد شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی عرف ''اشرفی میاں'' علیہم الرحمہ سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی؛ نیز، مذکورہ بزرگوں کے علاوہ، اپنے والدِ ماجد، اور حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی، شیخ احمد القدس مراکشی مدنی اور لیبیا کے صوفی بزرگ حضرت شیخ السنوسی علیہم الرحمہ سے بھی آپ نے روحانی فیوض کا اکتساب کیا؛ شیخ الدلائل حضرت مولانا عبد الحق ابن یار محمد صدیقی الٰہ آبادی مہاجر مکی سے (جن کی دلائل الخیرات شریف کی سند بہت معروف ہے) دلائل الخیرات کی اجازت لی۔ مبلغ اعظم پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہما الرحمہ بڑی شفقت فرماتے اور پیار سے آپ کو ''علیم رضا'' کے لقب سے پکارتے؛ علاوہ ازیں، اپنے قصیدے ''اَلْاِسْتِمْدَادُ عَلٰی اَجْیَالِ الْاِرْتِدَادِ'' میں اپنے خلفا اور تلامذہ کے ذکر میں، بدعقیدہ و بدمذہب گروہ کے مقابلے میں، آپ کے علمی مقام کو یوں بیان فرمایا ہے:

عبدِ علیم کے علم کو سن کر جہل کی بھل بھگاتے یہ ہیں

آپ بھی اعلیٰ حضرت سے بڑی گہری عقیدت رکھتے تھے؛ جب ۱۹۱۹ء میں حج کا فریضہ ادا کرنے گئے، تو عرب میں اعلیٰ حضرت کی غائبانہ پزیرائی اور قدر و منزلت ملاحظہ کی؛ جب حرمین شریفین کی زیارت سے لوٹے؛ تو بریلی میں، اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر، اعلیٰ حضرت ہی کی شان میں اپنی ایک منقبت پڑھ کر سنائی، جس کے ایک شعر میں اس مقبولیت کا ذکر اس طرح کیا:

عرب میں جا کے اِن آنکھوں نے دیکھا جس کی صولت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

حرمین شریفین سے واپسی کے اس موقع پر، جب حضرت علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمہ نے اپنی پوری منقبت پڑھ کر سنا دی، تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا: ''مولانا میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ (اپنے عمامے کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے، جو بہت قیمتی تھا، فرمایا) اگر اس عمامے کو پیش کروں تو آپ اس دیارِ پاک سے تشریف لا رہے ہیں، یہ عمامہ آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں؛ البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جبّہ ہے، وہ حاضر کیے دیتا ہوں۔'' چنانچہ اعلیٰ حضرت نے کاشانۂ اقدس

سے سرخ کاشانی مخمل کا جبۂ مبارکہ لاکر عطا فرمایا اور حضرت مبلغ اعظم نے سر و قد کھڑے ہو کر، دونوں ہاتھ پھیلا کر، اس جبے کو آنکھوں سے لگایا، لبوں سے چوما، سر پر رکھا، پھر سینے سے دیر تک لگائے رہے۔ (ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ: ''حیاتِ اعلیٰ حضرت''، شایع کردہ: مکتبۂ نبویہ، لاہور، ص ۱۱۹ تا ۱۲۰)

مبلغ اعظم علیہ الرحمۃ کے داماد (ڈاکٹر فریدہ احمد صاحبہ کے شوہر) پروفیسر محمد احمد صدیقی صاحب نے مجلّہ ''عظیم مبلغِ اسلام'' (شائع کردہ: خواتین اسلامی مشن۔ پاکستان، گلشن اقبال، کراچی، ستمبر ۲۰۰۳) کے صفحہ ۲۴ پر مبلغ اعظم کے خلفا کے تحت دو ناموں: ''ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری (مبلغ اعظم کے بڑے داماد یعنی مرحومہ اُمّت السُّبُّوح سُبْحِیَّہ صاحبہ کے شوہر)، اور مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی'' کا ذکر کیا ہے۔ حضرت علامہ ابو داؤد محمد صادق رضوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اپنی تالیف ''شاہ احمد نورانی'' حصّۂ اوّل کے صفحہ ۱۲ پر رقم طراز ہیں: ''مولانا شاہ احمد نورانی کو اپنے والد بزرگوار علیہ الرحمۃ سے بیعت و خلافت اور سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں منسلک ہونے کا شرف حاصل ہے، اور آپ نے پاکستان و بیرونِ پاکستان اپنی وسیع تبلیغی مساعی و مسلسل دینی جد و جہد اور شریعت و طریقت کی خدمات سرانجام دے کر اپنے والد ماجد کی نیابت و جانشینی کا حق ادا کیا ہے۔'' حضرت مبلغ اعظم علیہ الرحمۃ کے خلفا میں تیسرا نام ''فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا حافظ قاری مفتی محمد فضل الرحمن رحمانی صدیقی قادری مدنی علیہم الرحمہ'' کا بھی ملتا ہے؛ چنانچہ جناب شیخ محمد عارف قادری ضیائی مدنی علیہ الرحمہ اپنی تالیف ''سیدی ضیاء الدین احمد القادری''، جلدِ دوم (شائع کردہ: حزب القادریہ، لاہور۔) کے صفحہ ۴۰۹ پر رقم طراز ہیں: ''مبلغِ اسلام حضرت علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۶۵ھ میں، جب کہ آپ (حضرت علامہ فضل الرحمن مدنی) کی عمر اکیس (۲۱) برس تھی، سندِ حدیث کے ساتھ جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت عنایت فرمائی اور وہ تسبیح عنایت فرمائی جو سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت (امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ (حضرت شاہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمہ) کو عطا فرمائی تھی۔ اس دن آپ (حضرت فضل الرحمن مدنی) کے سب سے بڑے بیٹے حضرت حافظ حبیب الرحمن قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیقہ تھا۔'' حضرت مولانا فضل الرحمن مدنی علیہ الرحمۃ اعلیٰ حضرت کے مرید و خلیفہ قطبِ مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین احمد رحمانی صدیقی (حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد کو ''رحمانی صدیقی'' یا صرف ''رحمانی'' کہا جاتا ہے) قادری مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند و جانشیں اور قائدِ ملّتِ اسلامیہ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کے سسر اور ہم سبق تھے؛ آپ اور قائد ملتِ اسلامیہ دونوں نے ایک ساتھ ایک ہی استاد حضرت شیخ القرا حسن الشاعر علیہ الرحمہ کے دامن شفقت میں قرأت کی تعلیم حاصل کی تھی۔ مبلغ اعظم حضرت شاہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمۃ پیشہ ور معلّم یا مدرّس تو نہ تھے؛ لیکن، تبلیغِ دین کے جذبے کے تحت، آپ نے یہ میدان بھی خالی نہیں چھوڑا۔ خانۂ کعبہ میں درسِ قرآنِ مجید بھی دیتے رہے، مسجد نبوی شریف میں باب سیدنا صدیق اکبر کے سامنے ستون سے متّصل بیٹھ کر گنبد خضرا کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں، بہت سے طلبہ کو تفسیرِ جلالین اور کتب احادیث بخاری شریف و مشکوٰۃ شریف بھی پڑھاتے رہے اور ان کے سوالات کے جوابات بھی ارشاد فرماتے رہے۔ متعدد علمائے کرام کو مسجد نبوی میں حدیث کی سندیں بھی عطا فرمائیں۔ مبلغِ اعظم کے شاگردوں کی تعداد سے متعلق، رفیقِ قائد ملتِ اسلامیہ حضرت سید شاہ فرید الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ مجلّہ ''عظیم مبلغِ اسلام'' (شائع کردہ: خواتین اسلامی مشن۔ پاکستان، گلشن اقبال، کراچی، ستمبر ۲۰۰۳) کے صفحہ ۲۹ پر فرماتے ہیں: ''کتنوں نے شاگردی اختیار کی، صحیح تعداد کا اندازہ ممکن نہیں ہے۔ تھوڑا بہت اندازہ ایک سووینئر (souvenir) کے اُن الفاظ سے ہوتا ہے جو ماریشس میں ۱۹۴۱ء میں مولانا کی آمد کے موقع پر انگریزی میں چھپا۔ ''دنیا کے مختلف حصوں میں اُن کے لاتعداد شاگرد ہیں، جن میں صرف ماریشس میں ان کے دس (۱۰) ہزار شاگردوں پر اس جزیرے کو فخر ہے۔'' الغرض، دنیا کے بہت سے لوگوں کو آپ کے شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے چند خاص خاص شاگردوں کے نام یہ ہیں: (۱) مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی (۲) مولانا فضل الرحمن انصاری (۳) مسٹر عزیز ایچ عباسی، نیوزی لینڈ (۴) ڈاکٹر محمد عالم، آسٹریلیا (۵) جے ماجد، سیلون (۶) ڈاکٹر ایچ۔ ایس منشی، مدیر دی جینوئن اسلام، سنگاپور (۷) سید ابراہیم الشگوف (۸) میجی گن یونیورسٹی کے ماہرِ تعلیم مسٹر عبد الباسط (۹) ۱۹۵۰ء میں شرقی

زیاستہائے متحدہ کے مفتیِ اعظم حضرت عبدالرحمن للسٹر آپ کے شاگرد ہوئے (۱۰) جانشینِ قطبِ مدینہ حضرت مولانا فضل الرحمن مدنی نے مبلغِ اعظم علیہم الرحمہ سے ''ادب'' وغیرہ کی کتب کا درس لے کر، علوم کی تکمیل کی اور سندِ حدیث کے ساتھ جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل کی۔ مبلغِ اعظم نے اپنی پوری زندگی میں تقریباً ۳۵ بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے پہلا حج ۱۹۱۹ء میں ادا فرمایا۔ آپ نے اپنی تبلیغی زندگی کا باقاعدہ آغاز ۱۹۱۴ء سے کیا۔ تبلیغِ دین کے سلسلے میں، بے شمار ممالک کے دورے کیے۔ آپ کی تبلیغ کے نتیجے میں مسلمان ہونے والے افراد کی تعداد کے متعلق، آپ کے خلف الرشید حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ نے آپ کے عرس شریف کے موقع پر ''مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کانفرنس'' سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں، تقریباً ایک لاکھ سے زائد عیسائیوں کو، ملحدوں کو، ہندوؤں کو، کافروں کو مسلمان کیا۔'' (خطاب: مورخہ ۲۱ رمئی ۱۹۹۹ء (بعد نمازِ عشا)، مل والا اپارٹمنٹ، رنچھوڑ لائن، کراچی) سب سے زیادہ، عیسائیوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بہت سے قادیانیوں کی بھی توبہ اور ایمان کا آپ سبب بنے۔ آپ کی تبلیغی مساعی سے ایک طرف غیر مسلموں نے اسلام سے رشتہ جوڑا، تو دوسری جانب آپ کے علم وعمل سے متاثر ہو کر لاکھوں مسلمان آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ چنانچہ آپ کے داماد پروفیسر محمد احمد صدیقی صاحب لکھتے ہیں: ''پوری دنیا میں آپ کے ۱۰ لاکھ سے زیادہ مرید تھے۔'' (مجلہ ''عظیم مبلغِ اسلام'' ص ۲۴) آپ نے بے شمار ملکوں میں، متعدد مساجد، لائبریریز، تعلیمی، تبلیغی ادارے قائم فرمائے، ہسپتال اور یتیم خانے تعمیر کرائے، کئی ایک رسالے (مثلاً ۱۹۳۱ء میں سنگاپور سے رئیل اسلام، سنگاپور ہی سے ۱۹۳۶ء میں دی جینوئن اسلام وغیرہ) جاری کیے۔ مبلغِ اعظم نے کئی تنظیمیں بھی تشکیل دیں۔ مثلاً کمیونزم اور لادینیت کے خلاف سنگاپور میں، ۱۹۴۹ء میں ''تنظیم بین المذاہب'' قائم فرمائی۔ اس موقع پر آپ کی خدمات کے اعتراف میں مختلف ادیان کے پیشواؤں نے متفقہ طور پر آپ کو "Exalted Eminence" (فضیلت مآب) کا خطاب دیا۔ سعودی حکومت نے حاجیوں پر ٹیکس لگایا، تو آپ نے بڑی کوشش اور بحث ومباحثہ کر کے والیِ سعودی عرب سلطان عبدالعزیز بن سعود کو حج ٹیکس ختم کرنے پر مجبور کر دیا؛ آپ کے اس کارنامے سے آج تک دنیا بھر کے مسلمان فائدہ اُٹھا رہے ہیں، لیکن صد افسوس! اکثر مسلمان اپنے محسن کے اس عظیم احسان سے ناواقف ہیں۔ تحریکِ پاکستان میں بھی آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ اس تحریک میں آپ نے قدم قدم پر مسلمانوں کی عملی طور پر رہ نمائی فرمائی۔ آپ ہی کی کوششوں سے عرب ممالک سمیت تمام عالمِ اسلام مطالبۂ پاکستان کا حامی بنا۔ (نوٹ: آپ کے مبارک فرزند قائدِ ملتِ اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ نے بھی اپنے عالمِ شباب میں، تقاریر وعملی کردار کے ذریعے، تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ۱۹۷۰ء تا ۲۰۰۳ء یعنی تادمِ رخصت پاکستان کے لیے آپ کی خدمات کسی سے مخفی نہیں)۔ بانیِ پاکستان مسٹر محمد علی جناح کے ساتھ مبلغِ اعظم حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ کے تعلقات بڑے دوستانہ تھے۔ قیامِ پاکستان کے تین دن بعد، پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم لیاقت علی خان کی خصوصی دعوت پر مرکزی عید گاہ مسجد، جامع کلاتھ مارکیٹ، کراچی میں، آپ نے عید الفطر کا خطبہ دیا اور نماز بھی پڑھائی، جس میں مسٹر محمد علی جناح، لیاقت علی خاں اور سردار عبدالرب نشتر وغیرہم زعمائے ملک نے شرکت کی۔ مسٹر جناح نے آپ کو ''کشتیِ سفیرِ پاکستان'' کا خطاب دیا۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا نذیر احمد صدیقی خجندی علیہ الرحمہ سے بھی قائدِ اعظم بہت سے امور میں رہ نمائی لیتے تھے، یہاں تک کہ جب قائدِ اعظم نے ایک پارسی لڑکی رتن بائی سے نکاح کرنا چاہا، تو مولانا نذیر احمد علیہ الرحمۃ ہی کے پاس لے کر آئے؛ آپ نے اسے مسلمان کیا اور نکاح پڑھایا۔ مبلغِ اعظم علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی ایک بہترین ادیب بھی تھے؛ چنانچہ آپ نے اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود، چند تصانیف و تالیفات بھی یادگار چھوڑی ہیں، جن میں: احکامِ رمضان المبارک؛ بہارِ شباب؛ دیوبندی مولویوں کا ایمان؛ ذکرِ حبیب حصۂ اوّل ودوم؛ فرت من قسورہ؛ کتاب التصوف مسمّٰی بہ ''لطائف المعارف''؛ مرزائی حقیقت کا اظہار؛ المراۃ القادیانیہ (عربی)؛ اور انگریزی میں The Clarion Call; The Elementary His Teachings of Islam (for Hanafis); How to Preach Islam; The Mirror; وغیرہ کتب شامل ہیں۔ آپ کی تین بڑی تمنائیں تھیں: ایک تو یہ کہ

مدینے جاؤں؛ نہ آؤں، وہیں پہ رہ جاؤں
درِ حبیب پہ قصہ تمام ہو جائے

چنانچہ اسی امید پر، بروز پیر، ۲۰؍صفر المظفر ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۳؍جنوری ۱۹۴۷ء کو آپ نے رہائش کے لیے مدینۂ منورہ میں زمین خریدی، جس کا قطعۂ تاریخ سید اسلام الحی سیفی ندوی متوطن مسعود منزل، بلیا و مدیر ''علم و ادب، دہلی'' نے حسب ذیل کہا (امداد صابری: ''تذکرہ شعرائے حجاز''، دہلی، ۱۹۶۹ء۔)

بارک اللہ عالم مقبول
شد بہ تملیک قطعہ ارضی
ثمرۂ یافت ایں زعشق رسول
چوں رسیدم بہ ایں خبر سیفی
گفتم از ارضِ طیبہ مضمونش
بارک اللہ لک، بلا کم و کاست
(۱۳۶۶ھ)

قیامِ پاکستان کے بعد اس قطعۂ ارضی پر ایک مکان بنوا کر اسے ''وقف علی الاولاد'' کر دیا اور شرط رکھ دی کہ اگر میری کوئی نرینہ اولاد نہ رہے، تو یہ مکان مسجدِ نبوی کی ملکیت میں شامل کر لیا جائے۔ آپ کی دوسری تمنا یہ تھی کہ موت سنتِ نبوی کے مطابق ۶۳ برس کی عمر میں آئے۔ چنانچہ جب آپ کی عمر شریف ۶۲ سال کی ہوئی، تو ۱۳۷۲ھ (۱۹۵۳ء) میں آپ نے مستقل طور پر مدینۂ منورہ ہی میں رہائش اختیار کر لی اور کہیں آنا جانا، یہاں تک کہ تبلیغی دوروں کو بھی، موقوف کر دیا۔ جب کوئی آپ کو کہیں آنے کی دعوت دیتا، تو فرماتے: ''میری زندگی کا صرف ایک سال رہ گیا ہے، وہ میں یہاں مدینۂ منورہ ہی میں گزاروں گا۔'' چنانچہ آپ کی یہ تمنا اور پیشین گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ ۲۲ اور ۲۳ ذی الحجہ (اتوار اور پیر) کی درمیانی شب ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲؍اگست ۱۹۵۴ء کو مدینۂ منورہ ہی میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی نمازِ جنازہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے دادا استاد، قطب مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین احمد قادری مدنی علیہم الرحمہ نے پڑھائی۔ حضرت مبلغِ اعظم علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک خطاب کے دوران، جس کی آڈیو کیسٹ راقم کے پاس موجود ہے، چند نعتیہ اشعار پڑھے، جن میں ایک شعر یہ بھی تھا۔

قریبِ روضۂ اقدس اگر مدفن میسر ہو
دلِ مضطر کو آغوشِ لحد آغوشِ مادر ہو

اللہ تبارک و تعالیٰ نے، جنت البقیع میں امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مبارک قدموں میں آپ کو دفن کے لیے جگہ عطا کر کے، آپ کی یہ تیسری خواہش بھی پوری فرما دی۔ اِس فقیر نے عرض کیا ہے۔

مِل گیا مدفن قریبِ روضۂ اقدس انھیں
یعنی مقبولِ خدا ہے دعوتِ عبدالعلیم

میں اپنے اس مضمون کا اختتام رفیقِ قائد ملت اسلامیہ جمیل ملّت حضرت علامہ جمیل احمد نعیمی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ کے ان کلمات پر کرتا ہوں: ''آپ (علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ) کے خانوادے اور آپ کی دینی، سماجی، اصلاحی اور تبلیغی خدمات پر بہت کچھ تحریر کیا جا سکتا ہے؛ لیکن افسوس صد افسوس! کہ ہم نے اس عظیم عالم اور مبلغِ اسلام، جن کی تعمیر و تشکیلِ پاکستان میں دیگر علما و مشائخِ اہلِ سنّت کے ساتھ عظیم و بیش بہا خدمات ہیں، (کو) فراموش کر دیا۔ اگر دیانت داری سے توجہ کی جائے تو آپ کی خدمات سنہری حروف میں تحریر کیے جانے کے قابل ہیں۔ احقر نے اپنے بعض اکابر سے یہ بھی سنا ہے کہ علامہ موصوف کی ایمانی، روحانی اور تبلیغی صلاحیتوں کو دیکھ کر بعض غیر مسلموں نے یہاں تک کہا کہ ان عظیم صلاحیتوں کی شخصیت اگر ہمارے پاس ہوتی، تو ہم نہ صرف ان کو سر آنکھوں پر بٹھاتے؛ بلکہ ان کو اس سے کہیں زیادہ بلند مقام دیتے۔ بقولِ شاعر۔

وہ لوگ ہم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیے
ڈھونڈا تھا آسماں نے جنھیں خاک چھان کر''

(مجلّہ ''عظیم مبلغ اسلام'' شائع کردہ: خواتین اسلامی مشن۔ پاکستان، گلشن اقبال، کراچی، ص ۳۲)

☆☆☆☆☆

مسلکی سرگرمیاں

فروغ سنیت کے لئے

آج قوم کو جامع شرائط پیر کی ضرورت ہے

علاقہ مراد آباد میں حضرت احسن میاں صاحب کے سامنے سنی عوام وخواص کی طرف سے پیش کئے گئے تاثرات کی وضاحت کرتی ایک فکر انگیز تحریر

از: مفتی محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ ہذا

ملکی وغیر ملکی سطح پر ماضی قریب میں جب ہم عقائد اہلسنت کی ترویج واشاعت، مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ، سنیوں کے مذہبی ومسلکی جذبات میں حرارت وگرمی، عوام وخواص کے اندر مسلکی تصلب اور ان کے جذبہ دعوت وتبلیغ کے گراف کی رفعت وبلندی اور ان تمام چیزوں کی وسعت وترقی کے محرکات واسباب کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں سب سے مؤثر، سب سے زیادہ نتیجہ خیز حکمت عملی اور سب سے زود اثر محرک خلوص وللّٰہیت کے پیکر اور جذبہ دعوت وتبلیغ سے سرشار اپنے بزرگوں کے دعوتی وتبلیغی دوروں کو پاتے ہیں جس کی مثال میں سرکار مفتی اعظم ہند، مبلغ اعظم حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی، صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مرادآبادی، حضرت برہان ملت، حضرت مجاہد ملت، حضرت شیر بیشہ اہلسنت، سرکار محدث اعظم کچھوچھوی، سرکار حضور سید العلما، سرکار حضور احسن العلما علیہم الرحمہ جیسی عظیم المرتبت شخصیتوں کو پیش کر سکتے ہیں۔ مذکورہ بزرگوں نے اپنے گھریلو عیش وآرام کو تج کر ملک وبیرون ملک کے گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، بستی بستی اور شہر شہر گھوم کر لوگوں کو اپنے دست حق پرست پر بیعت کر کے اپنی نگاہ کیمیا سے پوری زندگی کے لئے انہیں جماعت اہلسنت کا وفادار بنادیا۔ یوں تو ہمارے علما، خطبا، ائمہ مساجد اور مدرسین ومصنفین نے بھی اس سلسلے میں بہت اہم کردار کیا ہے کیونکہ جماعت اہلسنت کی حقانیت اور پیری ومریدی کی افادیت واہمیت سے عوام کو ان ہی حضرات نے سب سے زیادہ روشناس کرایا ہے اور ان ہی حضرات نے زمین کو ہموار بھی کیا ہے۔ لیکن طریقہ اہلسنت پر استحکام ودوام اور عوام کو تاحین حیات جماعت اہلسنت سے وابستہ رکھنے کا زریں کارنامہ دنیاوی عیش وآرام سے روگرداں علم وعمل اور خلوص وللّٰہیت سے آراستہ ہمارے ان ہی بزرگوں نے انجام دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستانی عوام کا مزاج یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے مرشد کی بات کو بالا رکھتے ہیں لہذا اگر مرشد حقانیت وصداقت اور شریعت وطریقت کا علمبردار ہے تو اس کے مریدوں میں بھی یہ خوبی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے لیکن اگر پیر "مخترۂ شیطان" اور باطل پرست وہٹ دھرم ہے تو اس کے چیلے اور متبعین بھی ان مذموم اوصاف کے حامل نظر آتے ہیں جس کی نظیریں آج آپ کو ہمارے ملک کے ہر خطے میں بخوبی دیکھنے کو مل جائیں گی۔ ہندوستانی عوام کے اسی مزاج کو دیکھتے ہوئے ہی غالباً یہاں آنے والے قدیم صوفیا اور ماضی قریب کے ان نفوس قدسیہ نے "بیعت وارشاد" "مرشد ومسترشد" اور "پیری ومریدی" کی جانب اپنی توجہ زیادہ مبذول رکھی۔

عصر حاضر میں جامع شرائط مرشد کی ضرورت: لیکن آج کے حالات کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو زیادہ تر ہمیں ہر جگہ اور ہر خطے میں اہلسنت کی طرف سے ہونے والی دعوت وتبلیغ کے میدان میں کامیاب کوششوں کا فقدان نظر آرہا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کہ ہماری جماعت میں جلسہ وجلوس کے اہتمام میں کوئی کمی آئی ہے یا ہمارے ائمہ مساجد اور خطیبان اہلسنت کی گھن گرج میں کوئی تنزلی در آئی ہے یا ہمارے قلم کار حضرات کے قلموں کی روشنائی خشک ہوگئی ہے یا ہمارے مدارس کی تعمیر وتوسیع اور ان کے علمی غلغلوں پر سرد مہری کا تسلط ہوگیا ہے نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ جلسہ وجلوس کا آج بھی خوب اہتمام ہوتا ہے، ائمہ مساجد اور خطیبان اہلسنت کی گھن گرج میں حیرت ناک اضافہ ہو چکا ہے، قلم کار حضرات کے قلموں کی روشنائیوں میں خوب تب وتاب پیدا ہو چکی ہے۔ جگہ جگہ مدارس کی پرشکوہ عمارتیں متحیرین کو دعوت نظارہ بھی دے رہی ہیں۔ ہاں! اگر کمی ہوئی ہے تو وہ علم وعمل، خلوص وللّٰہیت کے پیکر، شریعت وطریقت کے "مرج البحرین" اور جامع شرائط مرشدین کی تعداد میں اور الا ماشاء اللہ! جو ان اوصاف کے حامل مرشدین پائے بھی جاتے ہیں تو ان کی "بے پناہ مصروفیات" ملکی سطح پر پائی جانے والی "چھوٹی چھوٹی بستیوں" میں دورہ کرنے سے مانع ہیں!!!

مادی ترقی کی دوڑ میں "پچھڑے ہوئے علاقوں" میں حقیقی پیروں کے دعوتی وتبلیغی دوروں میں آنے والی حیرت انگیز کمی کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ تو عوام میں ویسا مسلکی تصلب رہا جو ماضی میں اہلسنت کا علامتی نشان ہوا کرتا تھا اور نہ ہی ان کے اندر ایسی پائے کی دینداری رہی جو گزشتہ زمانے میں ان کی روح میں سرایت کئے ہوئی تھی کیونکہ صحیح پیروں کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے ان علاقوں پر یا تو بدمذہبوں کا تسلط ہوگیا یا ان خطوں کی بھولی بھالی عوام مجبوراً مسلک مخالف، نام نہاد اور ڈھونگی پیروں کے جال میں پھنس گئی جس کی وجہ سے وفاداران مسلک کی تعداد میں روز بروز افسوس ناک کمی واقع ہو رہی ہے اس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فروغ مسلک کے لئے آج قوم کو صحیح پیر ومرشد کی کتنی سخت ضرورت ہے؟؟؟

دورۂ مرادآباد: خلوص وللّٰہیت، جذبہ دعوت وتبلیغ سے سرشار، مسلکی ومذہبی

فروغ کی تمنا وتڑپ، لالچ وطمع اور حرص وہوا سے نفرت وبیزاری، علم وعمل سے آراستگی، اخلاق وکردار اور اوصاف حمیدہ سے مزین خوش خلقی وملنساری، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت شہزادۂ حضور صاحب سجادہ مدظلہ العالی حضرت مولانا الحاج محمد احسن رضا قادری ولی عہد ونائب سجادہ نشین کے اندر پائی جانے والی یہ وہ خوبیاں ہیں کہ جو یقیناً حضور صاحب سجادہ ۔ اطال اللہ عمرہ ۔ کی عمدہ وبہترین تربیت کا آئینہ دار ہیں اور جن کا اعتراف وہ علمائے اہلسنت کرتے ہیں کہ جن کی ملاقات حضرت احسن میاں صاحب قبلہ سے ہے برملا کرتے ہیں ۔ چنانچہ مفتی عبدالمنان صاحب کلیمی نے علاقہ مرادآباد میں ایک تقریر کے دوران فرمایا: ''حضور صاحب سجادہ کے یہ وہ عظیم شہزادے ہیں کہ جن کی خوش خلقی وبلند کرداری اور عاجزی وانکساری میں سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی جھلک پائی جاتی ہے، ان کے اندر بیعت وارشاد اور پیر کی تمام شرطیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں'' (تقریر مورخہ ۲۷ ستمبر ۲۰۱۲ء بمقام گجرولہ مرادآباد برمکان مولوی محمد اعظم درجہ خصص سال اول منظر اسلام)

بہر حال مورخہ ۱۲ ستمبر کو علاقہ مرادآباد کے چند علما، حفاظ اور ائمہ مساجد کے ایک وفد نے قاری محمد اقبال صاحب کی معیت میں حضرت احسن میاں صاحب قبلہ سے ملاقات کر اپنے علاقے کی حالت زار کو بڑے ہی غمزدہ انداز میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضرت! ہمارا پورا علاقہ پیاسا وتشنہ ہے، لوگ خانوادۂ رضویہ سے متعلق جامع شرائط پیر کی راہ تکتے تکتے جب تھک گئے تو مسلک مخالف جاہل پیروں کے دام فریب میں پھنس گئے جس کی وجہ سے آج ہمارے علاقے میں مسلک مخالف لوگوں کی تعداد میں روز بروز افسوس ناک اضافہ ہو رہا ہے ۔ حضور! آج ہمیں خانوادۂ رضویہ سے سرکار مفتی اعظم ہند کی طرح گاؤں گاؤں اور بستی بستی دورہ کر کے لوگوں کو خانقاہ رضویہ سے وابستہ کرنے والے مخلص وبلند ہمت مرشد کی ضرورت ہے نہ کہ کسی نیتا کی؟؟؟ حضور! براہ کرم ہمارے علاقے کو مسلک مخالف طاقتوں اور جاہل پیروں سے بچا لیجئے۔

یہ وہ درد وغم تھا جو ہزاروں شکووں کو ظاہر کر رہا تھا جس کی وجہ سے حضرت احسن میاں صاحب قبلہ نے ان سے وعدہ کر لیا ''اگر چہ میں اس کا اہل اپنے آپ کو نہیں سمجھتا لیکن مسلک ومذہب کے فروغ کے لئے احسن کی جہاں بھی ضرورت محسوس کی جائے گی انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ احسن وہاں ضرور جائے گا کیونکہ یہی میرے اجداد کرام کا مشن ہے اور یہی میرے والد محترم حضور صاحب سجادہ مدظلہ کا میرے لئے حکم ہے'' اس کے بعد مورخہ ۱۸ ستمبر کو شہزادۂ حضور صاحب سجادہ مدظلہما راقم، شاہد خاں نوری اور مولانا محمد رضوان نوری کی معیت میں جب علاقہ مرادآباد کے دیہات گوبند پور، سٹونگلہ، پیپل سانا وغیرہ خطوں میں پہونچے تو یہاں کے لوگوں کا جوش وخروش دیکھ کر اندازہ ہوا کہ واقعی یہ لوگ پیاسے ہیں، خانقاہ رضویہ کے افراد سے قلبی محبت رکھتے ہیں چنانچہ انہوں نے اس بات کا اظہار بھی کیا کہ ''حضرت کیا کریں جب ہم ''بڑے پیروں'' کے دوروں کی برکتوں سے محروم ہو گئے تو بدرجہ مجبوری ان نام نہاد جاہل پیروں کا دامن تھامنا پڑا'' اس کے بعد اس دورے میں تقریباً سات ہزار لوگ جاہل پیروں کے دام فریب سے نکل کر حضرت احسن میاں صاحب قبلہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلہ رضویہ میں داخل ہو گئے۔

دوسرا دورہ: مورخہ ۲۷ ستمبر آپ ہم لوگوں کو ساتھ لے کر مولوی محمد اعظم متعلم منظر اسلام کے گاؤں گجرولہ گئے راستے میں دو تین گاؤں میں ہوتے ہوئے اور لوگوں کو سلسلہ رضویہ میں داخل کرتے ہوئے جب ہم گجرولہ پہونچے تو وہاں عوام وخواص نے کافی گرم جوشی کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اس دورے میں بھی تقریباً پانچ ہزار لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔

تیسرا دورہ: مورخہ ۳ اکتوبر کو قاری اقبال صاحب وغیرہم کی دعوت پر حضرت ہم لوگوں کو ساتھ لے کر پھر اسی خطے کے کئی دیہاتوں میں تشریف لے گئے ۔ اس دورے میں ہمارے ساتھ مولانا محمد ظہور الاسلام صاحب بھی تھے ۔ اس بار تو عوام کے اشتیاق کا یہ عالم تھا کہ دور دور سے لوگ سرکار اعلیٰ حضرت کی محبت میں سرشار ان کے شہزادے کی جھلک پانے کو بے تاب تھے ۔ ہر ایک کی زبان پر تھا ''اعلیٰ حضرت کے گھرانے کے بریلی والے پیر صاحب آئے ہیں'' اعلیٰ حضرت کے سجادہ صاحب کے شہزادے آئے ہیں'' تقریباً آٹھ ہزار لوگ یہاں مرید ہوئے۔

موہنی صورت دیکھ جب وہ مسلمان ہوا: آپ کی خوش خلقی، نورانی صورت، سچی نگاہوں کے ساتھ نرم انداز میں گفتگو سے متاثر ہو کر'' چندر نامی ایک نوجوان قیام گاہ پر آیا اور کہنے لگا کہ حضرت! میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں یہ سنتے ہی آپ نے بلا تاخیر اسے کلمہ شہادت پڑھا کر داخل اسلام فرمایا ۔ راقم نے استقامت فی الدین کا عہد لیا اور مولانا محمد ظہور الاسلام صاحب کے مشورہ پر حضرت نے اس کا نام ''چاند محمد'' تجویز فرمایا۔

علاقہ مرادآباد کے ان دوروں میں ہر ایک کی زبان پر بس یہی تھا کہ حضرت!'' آج قوم کو جامع شرائط ایسے پیر کی سخت ضرورت ہے کہ جو مخلصانہ طور پر مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لئے ہمہ وقت قوم کو دستیاب رہے، قوم اس سے استفادہ کرے اور جو گاؤں گاؤں اور شہر شہر پہونچ کر سلسلہ رضویہ کی توسیع کا کام کرے۔

دورۂ کانسی: مورخہ ۵ اکتوبر کو آپ بریلی سے متصل کانسی نامی گاؤں میں تشریف لے گئے جہاں آپ کے ساتھ مولانا محمد ظہور الاسلام صاحب اور شاہد خاں نوری بھی تھے یہاں بھی آپ کے دست حق پرست پر کافی لوگ بیعت ہو کر سلسلہ رضویہ میں داخل ہوئے ۔ مولیٰ تعالیٰ حضور صاحب سجادہ اور ان کے صاحبزادۂ بلند اقبال کو صحت وشفا عطا فرمائے اور انہیں فروغ مسلک کا بہترین ذریعہ بنائے۔ آمین۔

عالمی خبریں

ادارہ

اقوام متحدہ غریبی مٹانے پر توجہ مرکوز کرے

ہندوستان کا کہنا ہے کہ اقوام متحدہ کی ترقی کا طریقہ ایسا ہونا چاہئے جو قومی اور مقامی سطح پر صلاحیتوں میں اضافہ کر سکے

ہندوستان نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ کی جانب سے ترقی سے متعلق کاموں میں غربت کے خاتمے کی جانب توجہ مرکوز کی جانی چاہئے یہ موجودہ ماحول کے مطابق ہو اور اسے مختلف ممالک کی امیدوں پر پورا اترنا چاہئے

ہندوستانی ممبران پارلیمنٹ کے وفد کے ساتھ اقوام متحدہ کے دورے پر آئے ہوئے ترنمول کانگریس کے ممبر پارلیمنٹ دریک اوبرین نے کہا کہ اقوام متحدہ کے ترقیاتی نظام کو عالمی پیمانے پر کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ جن نکات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے وہاں اس کی جڑیں مضبوط ہوں، انہوں نے کہا کہ ترقی پذیر ممالک کے لئے غریبی کا خاتمہ ابھی بھی ان کی ترجیحات میں شامل ہے۔ یہ سب سے بڑا عالمی چیلنج ہے۔ اس لئے اقوام متحدہ کی ترقیاتی سرگرمیوں میں غریبی کے خاتمہ کو ترجیح دی جانا چاہئے۔ آپریشن اکوٹیز فار ڈیولپمنٹ ان دی سیکنڈ کمیٹی، کے اجلاس میں انہوں نے کہا کہ ہم نے مغربی بنگال میں ماں، ماٹی اور مانش کی بات کی ہے۔ ہندوستان کا کہنا ہے کہ اقوام متحدہ کی ترقی کا طریقہ ایسا ہونا چاہئے جو قومی اور مقامی سطح پر صلاحیتوں میں اضافہ کر سکے۔

دوسری جانب آسمانی آفات نے ترقی کے بڑے منصوبوں اور ممالک کے باہمی تنازعات سے سال ۲۰۱۱ء کے آخر تک دنیا بھر کے تقریباً سات کروڑ ۲۰ رلاکھ لوگوں کو بے گھر کر دیا ہے۔ بین الاقوامی ریڈ کراس سوسائٹی نے منگل کو عالمی آفات پر اپنی سالانہ رپورٹ میں یہ بات کہی ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی آفات کی وجہ سے راحت نیٹ ورک ریڈ کراس اینڈ ریڈ کریسٹ سوسائٹیز (آئی ایف آر سی) کے مطابق اپنا ملک چھوڑ کر دوسرے ممالک میں رہنے والے تقریباً ایک کروڑ ۶۰ رلاکھ لوگوں کو سرکاری طور پر پناہ گزین کا اعلان کیا جا چکا ہے وہیں اپنے ہی ملک میں متاثرہ افراد کی زندگی گزار رہے لوگوں کی تعداد چار کروڑ ۱۴ رلاکھ کے پار جا چکی ہے۔ آئی ایف آر سی کی رپورٹ کے مطابق باقی بے گھروں میں ایسے لوگ شامل ہیں جو پناہ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان کے دعوے کو یا تو خارج کر دیا گیا ہے یا ان پر کارروائی ہونی باقی ہے۔ اقوام متحدہ کی ریلیف ایندورکس ایجنسی کی طرف سے سال ۱۹۴۰ء سے چلائے جا رہے پناہ گزین کیمپوں میں ۵۰ رلاکھ فلسطینیوں سمیت دو کروڑ لوگ طویل عرصے سے متاثرین کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق حالیہ برسوں میں سیلاب، زلزلے، قحط سالی اور طوفان جیسی قدرتی آفات کی وجہ سے بے گھر لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

(روزنامہ انقلاب بریلی ۱۷ راکتوبر ۲۰۱۲ء)

ہلیری کلنٹن نے لیبیا پر حملے کی اخلاقی ذمہ داری قبول کی

امریکی وزیر خارجہ نے کہا: صدر اور نائب صدر کو سیکورٹی اہلکاروں کی جانب سے کئے جانے والے فیصلوں کی معلومات نہیں رہتیں کیوں کہ سیکورٹی کی سمجھ رکھنے والے لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی سطح پر کیا خطرات موجود ہیں۔

امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے لیبیا کے بن غازی میں پچھلے ماہ امریکی سفارت خانہ پر ہوئے حملہ میں چار سفارت کاروں کی اخلاقی ذمہ داری لی ہے۔ ہلیری کلنٹن نے پیرو کے دورے کے دوران سی این این کو دیئے گئے انٹرویو میں کہا ''۱۱ ستمبر کو بن غازی میں جو کچھ ہوا میں اس کی ذمہ داری لیتی ہوں'' ہلیری کلنٹن نے اس دوران واضح کیا کہ چونکہ وہ امریکی وزیر خارجہ کے دنیا بھر میں کرنے والے ۶۰ رہزار سے زیادہ کارکنوں اور سفارت کاروں کی قائد ہیں اس لئے اس معاملہ سے صدر براک اوبامہ اور نائب صدر جو بیڈن کا قطعی کوئی تعلق نہیں بلکہ انہیں سیکورٹی اہلکاروں کی جانب سے کئے جانے والے فیصلوں کی معلومات نہیں رہتیں کیوں کہ سیکورٹی کی سمجھ رکھنے والے لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی سطح پر کیا خطرے موجود ہیں اور اس کو نمٹانے کے لئے وہ صحیح حکمت عملیاں تیار کرتے ہیں

ہلیری کلنٹن نے یہ بیان ایسے وقت میں دیا ہے جب تین ہفتہ بعد ہونے والے امریکی صدارتی چناؤ میں مسٹر اوبامہ پر برتری حاصل کرنے کے لئے ری پبلکن امیدوار مٹ رومنی بن غازی حملے والے معاملے کو اپنی پرچار کی مہم میں بھنانے کی جم کر کوشش کر رہے ہیں۔ مسٹر رومنی کا مقصد اس کے ذریعہ مسٹر اوبامہ کی غیر ملکی پالیسی کی خامیوں کو اجاگر کرنا ہے۔ (روزنامہ انقلاب بریلی ۱۷ راکتوبر ۲۰۱۲ء)

مراسلات

ادارہ

عرس چہلم

شیخ طریقت حضرت سیّد شاہ نعیم اشرف اشرفی جیلانی کا فاتحہ چہلم 10 شوال المکرم 1433ھ مطابق 29 اگست 2012ء کو خانقاہ احمدیہ اشرفیہ جائس شریف میں خانقاہی روایت کے ساتھ منعقد ہوا۔ پروگرام کی صدارت حضرت مولانا سیّد محمد اشرف کلیم اشرفی جیلانی سجادہ نشین نے کی۔ شیخ الجامعۃ النظامیہ مفتی خلیل احمد صاحب نے بطور مہمانِ خصوصی شرکت کی۔ بڑی تعداد میں مشائخ، سجادگان، نمائندگانِ خانقاہ و مدارس اور علمائے کرام بھی شریکِ بزم رہے۔ خصوصیت سے حضرت مولانا سیّد مہدی میاں صاحب اجمیر شریف، حضرت سیّد محمد اشرف میاں صاحب مارہرہ مطہرہ، حضرت سیّد محمد جیلانی اشرف نبیرۂ محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ، حضرت سیّد علی اشرف خانقاہ اشرفیہ حسنیہ کچھوچھہ مقدسہ، نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا توصیف رضا خاں قادری بریلی شریف، حضرت نیّر میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہِ شیخ العالم ردولی شریف، حضرت ڈاکٹر مفتی محمد مکرم صاحب خطیب شاہی جامع مسجد فتحپوری، دہلی، حضرت عین الحیدر میاں علوی صاحب خانقاہِ قلندریہ کاکوری شریف، حضرت سیّد احسان اللہ محمدی صاحب سیّد سراواں الٰہ آباد، حضرت ڈاکٹر شمیم احمد منعمی صاحب خانقاہِ منعمیہ پٹنہ، حضرت سیّد سراج الدین اجملی دائرہ شاہ اجمل الٰہ آباد، حضرت مولانا غلام عبدالقادر علوی براؤں شریف، حضرت سیّد معراج اشرف جائس شریف، حضرت سیّد منصور احمد بخاری منڈارہ شریف، حضرت مختار میاں علوی براؤں شریف، حضرت مولانا سیّد حسام الدین رفاعی خانقاہِ رفاعیہ بڑودہ، جانشین اشرف العلما حضرت سیّد خالد اشرف، حضرت سیّد نظام الدین اشرف، حضرت سیّد محمد اشرف، حضرت سیّد محی الدین اشرف جودھ پور اور شیخ عبدالحکیم صاحب ازہری سعدی استاذ مرکز الثقافۃ السنیۃ کیرالا وغیرہ۔ مشائخ کے تعزیتی کلمات کے بعد مولانا عبیداللہ خان اعظمی نے خطاب فرمایا۔ مولانا کے خطاب سے پہلے مولانا سیّد قسیم اشرف حسن جیلانی نے محضر نامہ سجادگی پڑھا اور اس کے بعد مشائخ کے ذریعہ حضرت مولانا سیّد محمد اشرف کلیم اشرفی جیلانی کی رسمِ سجادگی ادا کی گئی اور محضر نامہ پر اہل خانقاہ و علما نے دستخط فرمائے۔ صلاۃ و سلام، شجرہ خوانی اور قل شریف پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ نظامت کے فرائض حضرت ڈاکٹر سیّد علیم اشرف صاحب نے انجام دیئے۔

رپورٹ: محمد سلیم امجدی ناگوری، صدر المدرسین دار العلوم جائس

ممبئی میں: عرس صدر الشریعہ

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ الحاج ابو العلاء حکیم محمد امجد علی رضوی علیہ الرحمہ ایک عظیم علمی و روحانی پیشوا، تھے ان کے انداز تدریس و تصنیف میں وہی رنگ چھلکتا ہے، جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا پسندیدہ انداز و رنگ تھا۔ آپ نے تدریسی خدمات کے دوران ایسے صاحب صلاحیت، ذی استعداد، بادگار علمائے کبار کی عظیم الشان ٹیم تیار فرمائی، جن کی علمی و فنی شعاعیں نہ صرف برصغیر میں پھیلیں، بلکہ دنیائے اسلام کے مختلف براعظموں کو روشن و تابناک بنا دیا۔ اور مسلک رضا کا پیغام گھر گھر پہنچا دیا۔ ان خیالات کا اظہار دار العلوم فیضان مفتی اعظم پھول گلی ممبئی نمبر ۳ میں منعقد ۶۶ ویں عرس حضور صدر الشریعہ و یوم اساتذہ کے موقع پر خلیفۂ مفتی اعظم سراج ملت حضرت علامہ سید سراج اظہر رضوی بانی و سربراہ اعلیٰ دار العلوم ہذا نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی تحریری یادگاروں میں علما و عوام دونوں کے لئے مرجع الکتب الفقہیہ کی حیثیت سے بہار شریعت فقہ حنفی کا ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے۔ جس کو اسلامیات کی لائبریری کہنا صحیح اور حق بجانب ہے۔ جس میں مبالغہ کا کوئی دخل نہیں ہے۔ صبح ۱۱ بجے سے قرآن خوانی و نعت و منقبت خوانی کے بعد افتتاحی تقریر کرتے ہوئے حضرت مفتی قمر الزماں رضوی نوری شیخ الحدیث دار العلوم ہذا نے کہا کہ حضور صدر الشریعہ کے شاگردوں میں بیشتر وہ بافیض و باکرامت حضرات ہیں جن میں ہر ایک شخصیت اپنی جگہ مسلم لائبریری و دفتر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر کوئی دانشور ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش و نیپال وغیرہم کے مدارس اہلسنت کا سروے کرے، تو اسے فیصلہ کرنا پڑے گا، کہ یہ تمام درسگاہیں منظر اسلام کی رہین منت اور صدر الشریعہ ہی کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ یا پھر ان کے تلامذہ سے آباد و شاد اور باہم عروج کی جانب روبہ پرواز ہیں، اسی وجہ سے ان کی یاد کے ساتھ ساتھ یوم اساتذہ بھی منایا جاتا ہے۔ بعدہٗ حضرت مفتی محمد اشرف رضا قادری، قاضی ادارۂ شرعیہ مہاراشٹر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ (باقی صفحہ ۲۷ پر)

ہماری ڈاک

ادارہ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، محسن قوم وملت عظیم المرتبت، حضرت مولانا شاہ سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب قبلہ

زیب سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ رضا نگر

وناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

تیری نگاہ کامرہون فیض ہے عام
تیرا کرم ہوتو ذرہ بھی آفتاب ہے

امید کہ مزاج مقدس بخیر ہوں گے۔ بعنایت خدا ورسول اورآپ حضرات کی پاکیزہ دعا سے ناچیز خیریت سے رہ کر خدمت میں یہ عقیدت نامہ ارسال کررہا ہے۔ حضور میں اس سے زیادہ آپ کی بارگاہ میں اور کیا عرض کرسکتا ہوں کہ گزشتہ ۲۵/سال سے متبرک جریدہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بہترین مضامین، عمدہ ترتیب وتزئین، بے شمار رعنائیوں، جلوہ سامانیوں، قابل زیارت خوبصورت سرورق کے ساتھ مکمل پابندی سے حسین گلدستہ کی شکل میں شائع ہوکر وقت پر ہر قاری کو دستیاب ہورہا ہے، رسالہ اعلیٰ حضرت اورآپ کی جتنی تعریفیں کروں وہ کم ہیں کیونکہ یہ محبوب ماہنامہ ہند وپاک کے علاوہ بیرون ممالک کے طول وعرض میں سنی مسلمانوں کے گھر گھر میں پڑھا جاتا ہے۔ عالمگیر پیمانے پر اپنی مقبولیت کے سراج جگمگاتا ہے۔ حضور مفسر اعظم ہند کے زمانہ سے لے کر آج تک یہ ماہنامہ افق صحافت پر درخشاں ہوکر اپنی ضیابار کرنوں سے جماعت اہلسنت کے اذہان وقلوب کی تاریکیوں کو دور کرانہیں روشن ومنور کررہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اس جریدہ میں خوب اضافہ، آپ کی عمر میں بے پناہ برکتیں اورآپ کو صحت کلی عطا فرمائے۔ آمین۔

گدائے سبحانی: محمد سلیم الرحمٰن بنگوی

پرنسپل مدرسہ اسلامیہ فیض الغربا صحن گاؤں ضلع کشن گنج (بہار)

مخدوم گرامی حضرت مولانا سبحان رضا خاں صاحب

سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت وچیف ایڈیٹر ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ،

ستمبر اور اکتوبر کے مشترکہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں ''عقیدۂ ختم نبوت'' کی ۱۲تا ۱۰/ جلدوں پر تبصرہ شائع کروانے پر شکریہ! اور مولانا مفتی محمد سلیم بریلوی صاحب کا بھی شکریہ جنہوں نے ان جلدوں پر تبصرہ فرمایا۔ ادارہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے تمام معاونین کو اللہ تعالیٰ دین ودنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین۔ جزاک اللہ خیرا۔

توفیق جونا گڑھی، کراچی (پاکستان)

محب گرامی حضرت مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

مولانا! یہاں مصر میں منظر اسلام کی جدید تعمیر وتوسیع اوراس کے تعلیمی حسن انتظام کی خبریں پڑھ اور سن کر بہت خوشی ہوئی آپ حضرات حضور صاحب سجادہ حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں مدظلہ العالی کی سرپرستی وقیادت اوران کے ولی عہد حضرت مولانا محمد احسن میاں صاحب قبلہ کی مساعدت ومعاونت میں بریلی شریف میں رہ کر نہایت خوش اسلوبی اور حسن انتظام سے منظر اسلام کی ذمہ داریاں سنبھال رہے ہیں مجھے یقین ہے انشاء اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی موجودگی منظر اسلام کا گزشتہ دور واپس لے آئے گی۔

اگر کوئی علمی کام ہو یا کوئی منصوبہ ہوتو اس میں آپ اس ناچیز کو شریک کرسکتے ہیں، میں بہت جلدی میں یہ چند جملے ای میل پر لکھ رہا ہوں کل ہی انڈیا کے لئے نکل رہا ہوں، ہفتہ کی صبح میں ہندوستان پہونچ جاؤں گا تو پھر بات ہوگی، آپ اپنا نمبر بھیج دیجئے، اجازت چاہتے ہیں۔ اللہ حافظ۔

طالب دعا:

محمد نورالحسن خان نعیمی ازہری

ریسرچ اسکالر شعبہ فلسفہ اسلامیہ قاہرہ، حسین اولڈ قاہرہ مصر

منظر اسلام کے چند اہم شعبے



شعبۂ عربی زبان وادب | منظر اسلام دارالافتاء | شعبۂ انگریزی زبان وادب

شعبۂ تبلیغ وارشاد | ماہنامہ اعلیٰ حضرت | شعبۂ نشر واشاعت

حامدی لائبریری | شعبۂ کمپیوٹر | ریحان ملت طلبہ لائبریری

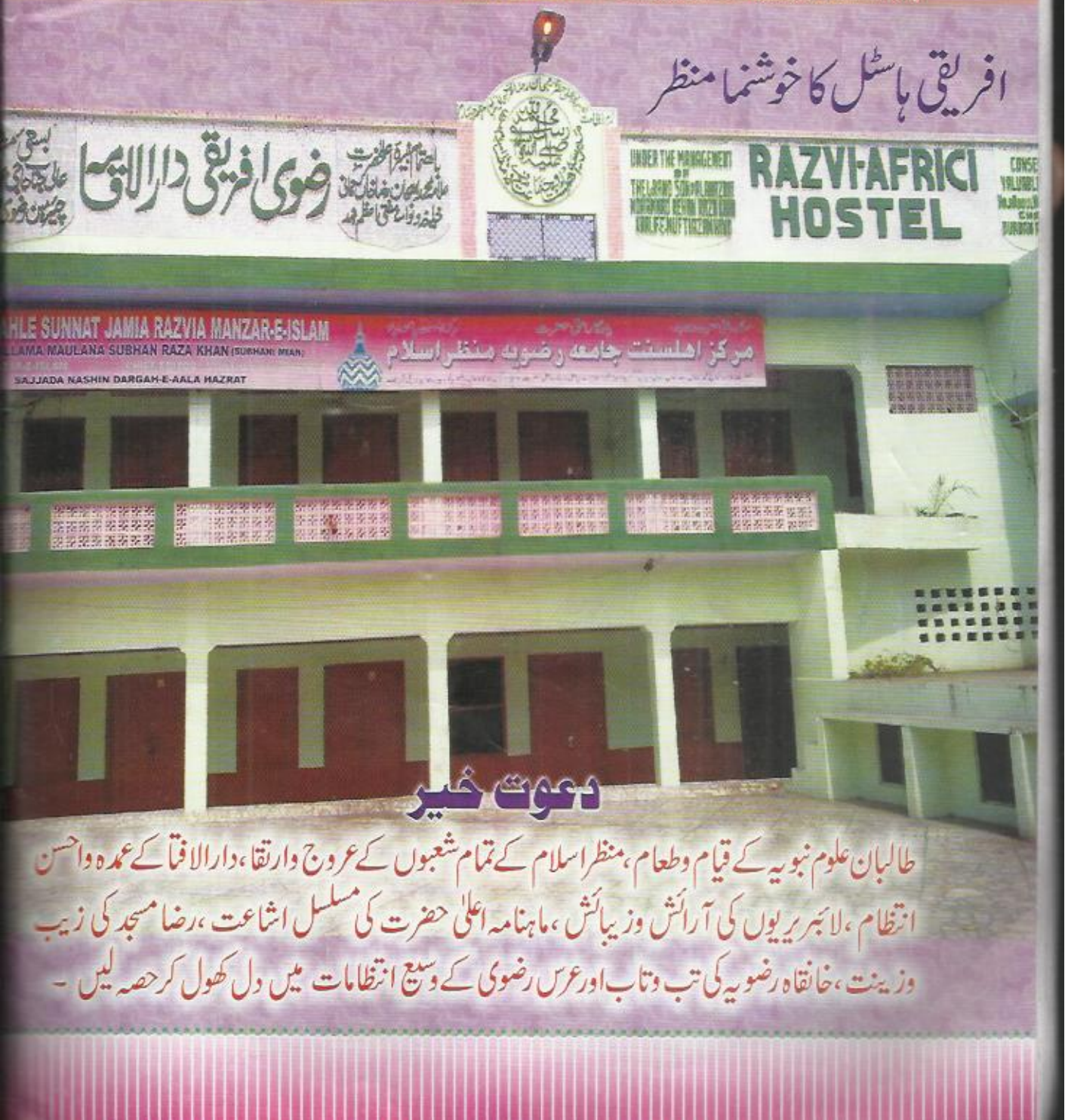
ترتیب

محمد سلیم بریلوی

Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. No. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P./BR-175/12-14
Rs. 15/- Dec. 2012
Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian)

افریقی ہاسٹل کا خوشنما منظر



دعوت خیر

طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام، منظر اسلام کے تمام شعبوں کے عروج وارتقا، دارالافتا کے عمدہ واحسن انتظام، لائبریریوں کی آرائش وزیبائش، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی مسلسل اشاعت، رضا مسجد کی زیب وزینت، خانقاہ رضویہ کی تب وتاب اورعرس رضوی کے وسیع انتظامات میں دل کھول کرحصہ لیں۔